بانی ومہتمم :مفتی محمد رضا قادری نقشبندی مصباحی خلیفہ حضور شیخ العالم وسربراہ اعلیٰ علما کونسل نیپال
بفیض روحانی : مجمع الفضائل والبرکات،مظہر کمالات امام ربانی حضور شیخ العالم مولانا شاہ احمد رضا نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ
قیادت :قائد ملت نیپال حضرت مولاناالحاج سید غلام حسین مظہری مرکزی صدر علما کونسل نیپال

Reg.No: 5310 -2082/2083

ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

Weekly The NEPAL URDU TIMES

جلد نمبر ۲
VOL:(2)

چیف ایڈیٹر: عبدالجبار علیمی نظامی
weeklynepalurdutimes@gamil.com

صفحات 13

10 / ستمبر 2026 مطابق 27 / ربیع الاول 1448ھ / 25 گتے بھادو 2083

شمارہ نمبر ٦
ISSUE(6)

سیلاب متاثرین تنہا محسوس نہ کریں: وزیر اعظم بالین شاہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال میں بھوٹے کوشی اور تریشولی دریاؤں کے اطراف آنے والے حالیہ تباہ کن سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کے بعد وزیر اعظم بالیندر (بالین) شاہ نے متاثرین کے نام ایک انتہائی جذباتی اور حوصلہ افزا پیغام جاری کیا ہے۔ انہوں نے مصیبت کی اس گھڑی میں شہریوں کو یقین دہانی کرواتے ہوئے کہا ہے کہ "آپ خود کو تنہا محسوس نہ کریں، ہم آپ کو اس مشکل میں پھنسے نہیں چھوڑیں گے۔ پارلیمنٹ سے خطاب اور سوشل میڈیا پر جاری بیانات میں وزیر اعظم بالین شاہ نے واضح کیا کہ یہ آفت صرف مخصوص اضلاع کا نہیں بلکہ پورے ملک کا سانحہ ہے۔ انہوں نے متاثرہ خاندانوں، بزرگوں اور بچوں کو یقین دلایا کہ حکومت اپنے تمام تر دستیاب وسائل اور طاقت کے ساتھ ان کی مدد کے لیے میدان میں کھڑی ہے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ مشکل کی اس گھڑی میں ریاست اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ متاثرین کی پشت پر موجود ہے۔ کسی بھی شہری کو لاوارث یا بے یار و مددگار نہیں چھوڑا جائے گا۔ سیلاب زدہ علاقوں میں خوراک، پینے کے صاف پانی، ادویات اور عارضی پناہ گاہوں کی فراہمی کو پہلی ترجیح قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تباہ ہونے والے انفراسٹرکچر جیسے سڑکوں، پلوں اور بجلی کے نظام کی ہنگامی بنیادوں پر تعمیرِ نو کا عزم ظاہر کیا گیا ہے۔ وزیر اعظم نے حالیہ معجزانہ ریسکیو آپریشنز کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ امدادی سرگرمیوں میں بچوں، بزرگوں، حاملہ خواتین اور معذور افراد کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ انہوں نے بچوں کے نام اپنے پیغام میں حوصلہ برقرار رکھنے اور مستقبل کی تعمیر نو پر توجہ دینے پر زور دیا۔ بالین شاہ نے دن رات ریسکیو آپریشن میں مصروف نیپال فوج، پولیس اور دیگر سیکیورٹی اہلکاروں کی خدمات کو سراہا۔ انہوں نے مشکل وقت میں یکجہتی کا اظہار کرنے والے دوست ممالک اور بین الاقوامی اداروں کا بھی شکریہ ادا کیا جن کی جانب سے بڑے پیمانے پر امدادی سامان موصول ہو رہا ہے۔ یاد رہے کہ اس ہمالین آفت کے نتیجے میں اب تک ۱،۳۴۴ سے زائد اموات کی تصدیق ہو چکی ہے جبکہ ہزاروں افراد اب بھی لاپتہ ہیں، جن کی تلاش کے لیے سرچ آپریشن مسلسل جاری ہے۔ وزیر اعظم نے عوام سے اتحاد، صبر اور امید کا دامن تھامے رکھنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ "جسم تھک سکتا ہے لیکن ہماری ہمت ختم نہیں ہو گی، ہم کام نہیں روکیں گے۔

اقتدار کا غرور نہیں، ہر نیپالی کی امیدیں پوری کرنا میری ذمہ داری ہے: وزیر داخلہ سودھن گرونگ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو: وزیر داخلہ سدھن گرونگ نے واضح کیا ہے کہ وہ وزارت کے عہدے کو کسی طاقت، مراعات یا غرور کا ذریعہ نہیں سمجھتے، بلکہ اسے ہر نیپالی شہری کی امیدوں اور امنگوں کو پورا کرنے کی ایک عظیم ذمہ داری کے طور پر دیکھتے ہیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ موجودہ حکومت ملک کے سیاسی کلچر کو تبدیل کرنے اور عوام کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے پر عزم ہے۔ منگل، ۸ ستمبر ۲۰۲۶ کو للت پور میں 'جنریشن زی' تحریک کے دوران ہلاک ہونے والے ونود مہارجن کے مجسمے کی نقاب کشائی کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وزیر داخلہ نے اپنے پختہ عزم کا اظہار کیا۔ اپنے خطاب میں سدھن گرونگ کا کہنا تھا، ہم حکومت میں صرف شہیدوں کے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے ہی نہیں آئے، بلکہ تمام نیپالیوں کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنا ہمارا اصل مشن ہے۔ میں یہاں کسی ذاتی مفاد یا تکبر کے لیے نہیں، بلکہ نیپال کی تعمیر نو کے سچے جذبے کے ساتھ آیا ہوں۔ انہوں نے یقین دلایا کہ موجودہ حکومت ماضی کی حکومتوں کی غلطیوں کو دہرانے کے بجائے ان سے سیکھ کر آگے بڑھے گی۔ وزیر داخلہ نے پرانی سیاسی جماعتوں اور روایتی رہنماؤں کو سخت الفاظ میں خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ نوجوانوں کی تاریخی 'جنریشن زی' تحریک کی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہ تحریک کسی ایک لیڈر یا گروہ کی نہیں تھی، بلکہ یہ کروڑوں نیپالیوں کی دبی ہوئی آواز تھی جس نے ملک میں تبدیلی کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ پرانی سیاسی قوتوں کی طرف سے ڈالے جانے والے کسی بھی قسم کے دباؤ، تنقید یا رکاوٹوں کی پرواہ کیے بغیر حکومت اپنے عوامی وعدے پورے کرے گی۔ وزیر داخلہ نے عوام کو امید دلائی کہ حکومت کی پالیسیوں اور محنت کے مثبت نتائج بہت جلد ملک کے سامنے ہوں گے۔

ہم قانون کی حکمرانی، مساوی خوشحالی اور قومی فخر کے راستے سے نہیں ہٹیں گے: روی لامیچھانے

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

حکمران جماعت راشٹریہ سوتنتر پارٹی کے صدر اور ملک کے اہم سیاسی رہنما روی لامیچھانے نے کہا ہے کہ ان کی جماعت ملک میں قانون کی حکمرانی، مساوی خوشحالی اور قومی فخر کے راستے سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے گی۔ انہوں نے یہ بات نیپال کی حالیہ تاریخ کو بدلنے والی 'جین زی تحریک' کی پہلی برسی کے موقع پر ایک خصوصی بیان جاری کرتے ہوئے کہی۔ اپنے تفصیلی بیان میں صدر ربی لامیچھانے نے ملک کے نوجوانوں کی جدوجہد کو سراہتے ہوئے کہا کہ پچھلے سال ستمبر میں شروع ہونے والی یہ تحریک کسی سیاسی جماعت کی منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں تھی، بلکہ یہ برسوں کے سیاسی جبر، کرپشن اور ناانصافی کے خلاف نیپالی نوجوانوں کا ایک خود بخود ابھرنے والا تاریخی احتجاج تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس طوفان نے ملک کے پرانے سیاسی جمود کو ہلا کر رکھ دیا۔ ربی لامیچھانے کا کہنا تھا کہ وقت اور تاریخ نے آج راشٹریہ سوتنتر پارٹی کو اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سڑکوں پر نوجوانوں کی طرف سے اٹھائے گئے ہر سوال کا جواب دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ انہوں نے پرانی سیاسی جماعتوں کو سخت وارننگ دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس عوامی بیداری اور نوجوانوں کے جذبات کو اپنے سیاسی فائدے یا جوڑ توڑ کے لیے استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں۔ نیپالی عوام اور نوجوان نسل سے مخاطب ہوتے ہوئے صدر آر ایس پی نے اپیل کی کہ وہ ملک کے مستقبل سے مایوس نہ ہوں۔ انہوں نے کہا: اپنے غصے اور مایوسی کو تعمیری تنقید میں بدلیں اور ملکی تعمیرِ نو میں ہمارا ساتھ دیں۔ ہم عوام کے حقوق اور شفافیت کی جنگ آخری حد تک لڑیں گے۔

عوام کو گیس اور اشیائے ضروریہ کی بلا تعطل فراہمی کے لیے ہر ممکن کوششیں جاری ہیں: وزارتِ صنعت و تجارت

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزارتِ صنعت، تجارت اور سپلائی نے مارکیٹ میں کوکنگ گیس اور دیگر روزمرہ کی بنیادی اشیاء کی سپلائی کو معمول پر لانے کے لیے اپنے پختہ عزم کا اعادہ کیا ہے۔ وزارت کا کہنا ہے کہ حالیہ قدرتی چیلنجز کے باوجود عوام کو بنیادی اشیاء کی فراہمی میں آسانی پیدا کرنے کے لیے تمام دستیاب وسائل بروئے کار لائے جا رہے ہیں۔ مقامی ذرائع کے مطابق، کاٹھمانڈو میں 'نیپال اکنامک جرنلسٹس سوسائٹی' کے زیر اہتمام منعقدہ ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے وزارت کے جوائنٹ سکریٹری نیترا پرساد سبیدی نے مارکیٹ کی موجودہ صورتحال پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ رسوا کے علاقے میں آنے والے شدید سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے سپلائی چین متاثر ہوئی ہے، جس سے گیس اور دیگر اشیاء کی نقل و حمل میں عارضی رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ جوائنٹ سکریٹری نے سیمینار کے شرکاء کو یقین دلایا کہ حکومت سیلاب سے پیدا ہونے والے اس بحران سے نمٹنے اور قیمتوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کر رہی ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ رسد کے نظام کو جلد از جلد بحال کرنا حکومت کی اولین ترجیح ہے۔ واضح رہے کہ رسوا سیلاب کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال سے نمٹنے کے لیے چین کی جانب سے بھی نیپال کو بیلی پل اور دیگر امدادی و طبی سامان فراہم کیا گیا ہے تاکہ متاثرہ شاہراہوں کو دوبارہ کھول کر سپلائی لائن کو مکمل طور پر بحال کیا جا سکے۔ وزارتِ تجارت نے تاجروں اور صارفین پر بھی زور دیا ہے کہ وہ اس عبوری دور میں تعاون کا مظاہرہ کریں تاکہ ذخیرہ اندوزی اور مصنوعی قلت جیسے مسائل سے بچا جا سکے

کاٹھمانڈو: 'جین زی' شہدا کی پہلی برسی پر پروقار تقریب ملک بھر میں عام تعطیل

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال میں گزشتہ سال ہونے والی تاریخی 'جین زی تحریک' کے شہدا کی پہلی برسی کے موقع پر دارالحکومت کاٹھمانڈو کے علاقے نیا بانیشور میں ایک پروقار یادگاری تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر نیپال حکومت کی جانب سے ملک بھر میں عام تعطیل کا اعلان کیا گیا تھا۔ تقریب میں وزیر داخلہ سودھن گرونگ سمیت متعدد وفاقی وزراء، ارکانِ پارلیمنٹ اور شہدا کے لواحقین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ جین زی شہدا ویلفیئر سوسائٹی' کے زیر اہتمام پرانے پارلیمنٹ ہاؤس کے احاطے میں منعقدہ اس تقریب میں شریک وزراء، جن میں وزیر قانون سوبیتا گوتم اور وزیر صحت نشا مہتا شامل تھیں، نے شہدا کی تصاویر پر پھول چڑھائے اور شمعیں روشن کیں۔ حکومت نے تحریک کے شہدا کی قربانیوں کی یاد میں ۸ ستمبر کو 'جین زی شہدا ڈے' قرار دیتے ہوئے ملک بھر میں عام تعطیل کا اعلان بھی کر رکھا ہے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وزیر داخلہ سودھن گرونگ نے تحریک کے نوجوانوں کی قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت نوجوانوں کے خوابوں کو ادھورا نہیں چھوڑے گی اور پرانی حکومتوں کی غلطیوں کو نہیں دہرایا جائے گا۔ انہوں نے روایتی سیاستدانوں کو خبردار کیا کہ وہ اس تحریک کی تاریخ کو مسخ کرنے سے باز رہیں۔ وزیر داخلہ نے پارلیمنٹ کے احاطے میں شہدا کی یاد میں ایک یادگاری پارک، مجسمے اور ستون بنانے کے منصوبے کا سنگِ بنیاد بھی رکھا۔ جہاں ایک طرف حکومتی وزراء نے تقریب میں شرکت کی، وہی دوسری طرف تقریب میں اس وقت تناؤ دیکھا گیا جب شہدا کے لواحقین اور جین زی مظاہرین نے وزیر اعظم کی عدم موجودگی پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا

سیلاب متاثرین کی امداد کا غلط استعمال نہیں ہونے دیں گے، تمام سامان حکومت کے سپرد کیا جائے گا: آر ایس پی ترجمان

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال میں حالیہ تباہ کن سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کے بعد راشٹریہ سواتنتر پارٹی نے متاثرین کے لیے جمع کی جانے والی امداد کی شفافیت کو یقینی بنانے کے لیے اہم ترین فیصلوں کا اعلان کیا ہے۔ پارٹی کے مرکزی ترجمان جگدیش خاریل نے واضح کیا ہے کہ سیلاب زدگان کے لیے جمع ہونے والی تمام امداد کا غلط استعمال روکنے کے لیے اسے حکومتی نظام کے تحت ہی تقسیم کیا جائے گا۔ مرکزی دفتر میں پریس کانفرنس اور پارٹی سیکریٹریٹ کے فیصلے کی تفصیلات بتاتے ہوئے ترجمان نے درج ذیل اہم اقدامات کا اعلان کیا: آر ایس پی اپنی سطح پر متوازی امدادی نظام قائم نہیں کرے گی۔ پارٹی کے مرکزی دفتر میں ملک و بیرونِ ملک سے جمع ہونے والا تمام امدادی سامان حکومت کے نامزد کردہ تقسیم کاری مراکز کے سپرد کیا جائے گا تاکہ امداد براہِ راست اور منصفانہ طور پر مستحقین تک پہنچ سکے۔ آر ایس پی نے اپنے تمام رہنماؤں اور کارکنوں کو سخت ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ سیلاب زدہ علاقوں میں ریسکیو اور ریلیف آپریشنز کے دوران پارٹی کا جھنڈا، لوگو یا کسی بھی قسم کا سیاسی مواد استعمال نہ کریں۔ ترجمان کا کہنا تھا کہ یہ وقت سیاست کا نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت کا ہے۔ آر ایس پی نے نیپال کی دیگر تمام سیاسی جماعتوں، سماجی تنظیموں اور این جی اوز پر بھی زور دیا ہے کہ وہ اس قومی آفت کے وقت انفرادی تشہیر کے بجائے حکومتی نگرانی میں کام کریں، تاکہ امدادی کاموں میں نظم و ضبط برقرار رہے اور کسی بھی قسم کی بد عنوانی کا خدشہ باقی نہ رہے۔

چائنا فاؤنڈیشن فار رورل ڈویلپمنٹ کی جانب سے نیپال کے سیلاب متاثرین کے لیے ۲۷ ٹن امدادی سامان کی فراہمی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

چائنا فاؤنڈیشن فار رورل ڈویلپمنٹ نے نیپال کے ضلع رسوا میں حالیہ تباہ کن سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ سے متاثرہ خاندانوں کی مدد کے لیے ۲۷ ٹن وزنی ہنگامی امدادی سامان فراہم کر دیا ہے۔ چین کی جانب سے بھیجی جانے والی اس پہلی امدادی کھیپ کی مجموعی مالیت املین چینی یوآن سے زیادہ ہے۔ امدادی سامان چائنا سدرن ایئر لائنز کی خصوصی پرواز کے ذریعے کھٹمنڈو پہنچایا گیا، جہاں فاؤنڈیشن کے نمائندوں نے اسے نیپالی حکام کے حوالے کیا۔ حالیہ آفت کے پیشِ نظر بھیجے گئے سامان میں متاثرین کی فوری ضرورت کی اشیاء شامل ہیں: خیمے: پناہ گاہوں کے لیے ۱۷۵ عدد خیمے سردی سے بچاؤ کا سامان: ۰۰۰، الحاف اور ۰۰۰، اکاٹن کوٹ / جیکٹس ہنگامی بکس: ۰۰۰،ا ایمرجنسی ریلیف باکسز (بنیادی اشیاء پر مشتمل) طبی سامان: ۰۰۰،٦ میڈیکل باڈی بیگز نیپال کی نیشنل ڈیزاسٹر رسک ریڈکشن اینڈ مینجمنٹ اتھارٹی کے مطابق، یہ سامان ضلع رسوا کے ان دور دراز علاقوں میں ترجیحی بنیادوں پر تقسیم کیا جا رہا ہے جو سیلاب سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ چائنا فاؤنڈیشن کے حکام کا کہنا ہے کہ وہ نیپال میں بحالی کے کاموں کی نگرانی جاری رکھیں گے تاکہ متاثرہ لوگوں کی مشکلات کو کم کیا جا سکے

ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز کی اشاعت میں نیپال کی معروف دینی و سماجی تنظیم "قاضی نیپال فاؤنڈیشن یونٹ دوحہ قطر نے ہر ماہ مالی تعاون کرنے کا عزم مصمم کیا ہے نیپال اردو ٹائمز ادارتی ٹیم اور علما فاؤنڈیشن نیپال اس کے لیے مذکورہ فاؤنڈیشن کا شکریہ ادا کرتی ہے اور اس کے جملہ کارکنان کے لیے دعا اور نیک خواہشات کا اظہار کرتی ہے ، اللہ تعالیٰ فاؤنڈیشن کو خوب خوب ترقی عطا فرمائے

پوتین اور ٹرمپ کے درمیان طویل گفتگو، یوکرین جنگ کے خاتمے اور آئندہ مذاکرات پر اہم تبادلہ خیال

ماسکو/واشنگٹن:(ایجنسیاں)۔ روسی صدر ولادیمیر پوتین اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے درمیان تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہنے والی ٹیلی فونک گفتگو میں یوکرین جنگ کے خاتمے، سفارتی کوششوں اور روس و امریکہ کے باہمی تعلقات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ روسی صدارتی معاون یوری اوشاکوف نے گفتگو کو مجموعی طور پر مثبت قرار دیتے ہوئے کہا کہ دونوں رہنماؤں نے ضرورت پڑنے پر براہِ راست رابطہ برقرار رکھنے پر اتفاق کیا ہے۔ یوری اوشاکوف نے پریس کانفرنس کے دوران بتایا کہ پوتین اور ٹرمپ کے درمیان تقریباً ۹۰ منٹ تک جاری رہنے والی بات چیت کا بنیادی موضوع یوکرین تنازع کا حل تھا۔ ان کے مطابق روسی صدر نے امریکی ہم منصب کو جنگ کی موجودہ صورتحال اور اسے جلد از جلد ختم کرنے کے لیے ممکنہ اقدامات سے آگاہ کیا۔ روسی صدر کے معاون کے مطابق ٹرمپ نے پوتین سے کہا کہ یوکرین تنازع کا خاتمہ روس اور امریکہ کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے اور انہیں مکمل طور پر بحال کرنے کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔ دونوں صدور نے حالیہ سفارتی سرگرمیوں اور امریکی مذاکرات کاروں اسٹیو وٹکوف اور جیرڈ کشنر کے ماسکو اور کییف کے دوروں کے نتائج پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ اوشاکوف نے صحافیوں کو بتایا کہ دونوں رہنماؤں کے درمیان گفتگو باہمی احترام اور روایتی پیشہ ورانہ انداز میں ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ پوتین اور ٹرمپ نے ۵ اور ۶ ستمبر کو وٹکوف اور کشنر کے ماسکو و کییف کے دوروں کے نتائج کا جائزہ لیا اور آئندہ سفارتی اقدامات پر خیالات کا تبادلہ کیا۔ یوری اوشاکوف کے مطابق روسی صدر نے ٹیلی فونک گفتگو کے دوران ایک مرتبہ پھر واضح کیا کہ روس کا یورپ کے خلاف کوئی جارحانہ منصوبہ نہیں ہے۔ اوشاکوف نے کہا کہ یورپ میں 'روسی خطرے' کے حوالے سے پیدا کیے جانے والے خدشات دراصل یوکرین کی حمایت اور دفاعی اخراجات میں اضافے کے لیے جواز فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان کے مطابق ماسکو یورپی ممالک کے خلاف کسی فوجی کارروائی کا منصوبہ نہیں رکھتا۔ روسی صدر کے معاون نے مزید بتایا کہ پوتین نے ٹرمپ کو یوکرین کے میدانِ جنگ کی موجودہ صورتحال، روسی فوج کی پیش رفت اور اپنے فوجی اہداف کے حصول کے لیے ماسکو کی آئندہ حکمت عملی سے بھی آگاہ کیا۔ امریکی صدر کے خصوصی ایلچی اسٹیو وٹکوف اور جیرڈ کشنر گزشتہ ہفتے کے آخر میں ماسکو پہنچے تھے، جہاں انہوں نے روسی حکام کے ساتھ یوکرین جنگ کے ممکنہ خاتمے پر بات چیت کی۔ اس کے بعد دونوں امریکی نمائندے کییف بھی گئے۔ یہ سفارتی رابطے ایسے وقت میں ہوئے ہیں جب فروری سے جاری سفارتی عمل میں طویل تعطل کے بعد روس، امریکہ اور یوکرین کے درمیان مذاکرات کی بحالی کی کوششیں تیز کی جا رہی ہیں۔

دریں اثنا یوکرینی صدر ولادیمیر زیلنسکی نے روسی حملوں کے دوبارہ شروع ہونے کے باوجود سفارتی کوششوں کے حوالے سے امید کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ٹرمپ کے نمائندوں نے بعض نئے اور قابلِ غور خیالات پیش کیے ہیں۔ زیلنسکی نے ان تجاویز کی تفصیلات ظاہر نہیں کیں، تاہم انہوں نے کہا کہ کییف موسم خزاں میں یوکرین، روس اور امریکہ کے درمیان سہ فریقی اجلاس کے انعقاد کی تیاری کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ اجلاس ستمبر میں ہی منعقد ہو سکے تو یہ ایک بہترین پیش رفت ہوگی، کیونکہ مذاکرات جتنی جلد شروع ہوں گے، اتنا ہی بہتر ہوگا۔

امریکہ کی جانب سے ۲۰۲۵ میں کی جانے والی ثالثی اور سفارتی کوششوں کے نتیجے میں روس اور یوکرین کے درمیان کئی مرتبہ رابطے اور مذاکرات ہوئے تھے، تاہم وہ کسی جامع امن معاہدے تک نہیں پہنچ سکے۔ مذاکرات میں سب سے بڑا اختلاف ان علاقوں کے مستقبل پر رہا جن پر روس نے جنگ کے دوران قبضہ کیا ہے۔ ماسکو ان علاقوں کے حوالے سے اپنے مطالبات پر قائم ہے، جبکہ کییف نے روسی مطالبات کو مسترد کیا ہے۔ یوکرین کو خدشہ ہے کہ سرد موسم کے دوران روسی حملوں میں مزید شدت آسکتی ہے۔ موسم سرما کو یوکرین کے لیے خاص طور پر حساس دور سمجھا جاتا ہے کیونکہ روس ماضی کی طرح ملک کے توانائی کے بنیادی ڈھانچے، بجلی کے نظام اور دیگر اہم تنصیبات کو بڑے پیمانے پر نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کییف کو خدشہ ہے کہ اگر توانائی کے نظام پر بڑے حملے دوبارہ شروع ہوئے تو سرد موسم میں عام شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ پوتین اور ٹرمپ کی تازہ گفتگو اور امریکی نمائندوں کی ماسکو و کییف میں سرگرمیوں کے بعد ایک مرتبہ پھر یہ امید پیدا ہوئی ہے کہ روس، یوکرین اور امریکہ کے درمیان براہِ راست سفارتی رابطوں کا سلسلہ آگے بڑھ سکتا ہے۔ تاہم جنگ بندی اور مستقل امن کے لیے دونوں فریقوں کے درمیان بنیادی اختلافات کا حل اب بھی سب سے بڑا چیلنج ہے۔

جاپان اور جنوبی کوریا مل کر دنیا کی تیسری بڑی اقتصادی و دفاعی طاقت بن سکتے ہیں: ایشیبا

محمد حسن سراقہ رضوی

سیول:(ایجنسیاں) جاپان کے سابق وزیر اعظم شیگیرو ایشیبا نے جنوبی کوریا اور جاپان کے درمیان مضبوط تعاون پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ دونوں ممالک مل کر دنیا کی تیسری سب سے بڑی اقتصادی اور دفاعی طاقت بن سکتے ہیں۔ سیول میں ۲۷ویں ورلڈ نالج فورم کے دوران 'جنوبی کوریا-جاپان تعلقات کا مستقبل' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے ایشیبا نے کہا کہ جنوبی کوریا اور جاپان آزادی، جمہوریت اور انسانی حقوق جیسی بنیادی اقدار میں یکساں ہیں، اس لیے دونوں ممالک کو "برابری کی حقیقی شراکت داری" قائم کرنی چاہیے۔ ایشیبا نے کہا کہ دونوں ممالک کی مشترکہ اقتصادی اور دفاعی طاقت مجموعی جی ڈی پی اور دفاعی صلاحیت کے لحاظ سے دنیا میں تیسرے نمبر پر ہوگی، جبکہ دونوں کی مجموعی آبادی دنیا میں نویں نمبر پر ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ قریبی تعاون سے سیول اور ٹوکیو عالمی برادری کے لیے زیادہ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ تاریخ کے حساس مسئلے پر ایشیبا نے کہا کہ جاپان کو جوزون کے الحاق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تاریخی تکلیف کا سامنا کرنا چاہیے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ گزشتہ ۲۵ برس سے متنازع یاسوکونی مزار نہیں گئے ہیں۔ ان کے مطابق جنوبی کوریا کے ساتھ اعتماد کی بحالی کے لیے جاپان کو اپنی جنگی تاریخ پر مزید غور و فکر کرنا ہوگا۔ علاقائی سلامتی کے معاملے پر ایشیبا نے موجودہ اتحادوں کو بحر الکاہل اور ہند-بحر الکاہل کے خطے میں جوڑنے کے لیے "ایشیائی نیٹو" کا ڈھانچہ تیار کرنے کی تجویز پیش کی۔ انہوں نے سیکیورٹی تعاون بڑھانے کے لیے ایکوزیشن اینڈ کراس سرونسگ ایگریمنٹ (ACSA) کو عملی نقطۂ آغاز کے طور پر بھی حمایت دی۔ جنوبی کوریا کی جوہری توانائی سے چلنے والی آبدوزیں تیار کرنے کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ایشیبا نے کہا کہ سیول کے پاس اپنی دفاعی خود انحصاری مضبوط کرنے اور امریکہ پر سکیورٹی کا بوجھ کم کرنے میں مدد دینے کی خاطر کافی صلاحیت موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ تائیوان آبنائے اور جزیرہ نما کوریا میں بیک وقت ممکنہ بحران سے نمٹنے کی تیاری کے لیے جنوبی کوریا، امریکہ اور جاپان کے درمیان ٹھوس مشاورت ہونی چاہیے۔ ایشیبا نے دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی اور عوامی سطح پر روابط مضبوط بنانے پر بھی زور دیا، جس میں سیمی کنڈکٹرز اور مصنوعی ذہانت کے شعبوں میں تعاون شامل ہے۔ انہوں نے کم شرح پیدائش، بڑھتی ہوئی عمر رسیدہ آبادی اور دارالحکومت کے علاقوں میں آبادی و سرگرمیوں کے حد سے زیادہ ارتکاز جیسے مشترکہ مسائل سے نمٹنے کے لیے مشترکہ کوششوں کی تجویز بھی دی۔

برطانیہ میں فضائی ٹریفک کنٹرول ہوا کریش، ۱۰۰۰ سے زائد پروازیں متاثر

لندن:(ایجنسیاں) برطانیہ میں ۸ ستمبر کو فضائی نظام مکمل طور پر درہم برہم ہو گیا، جس سے ہزاروں ملکی و غیر ملکی افراد پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ فلائٹ ٹریکنگ ویب سائٹ 'فلائٹ ریڈار ۲۴' کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ کے فضائی ٹریفک کنٹرول سسٹم میں تکنیکی خرابی پیدا ہونے کی وجہ سے پورے ملک میں کام کاج متاثر ہوا، جس کے سبب برطانیہ کے ہوائی اڈوں پر تقریباً ۱۰۰۰ پروازوں کو رد کر دیا گیا۔ اس کا اثر ۹ ستمبر کو بھی بڑے پیمانے پر دیکھنے کو مل رہا ہے۔ نیشنل ایئر ٹریفک سروسز (این اے ٹی ایس) کی جانب سے تکنیکی خرابی کی اطلاع دی گئی۔ اس کے مطابق فلائٹ پروسیسنگ سسٹم میں ایک بڑے مسئلہ کی شناخت کر لی گئی ہے اور انجینئر اسے ٹھیک کرنے کے لیے تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ فلائٹ ریڈار '۲۴' کے مطابق لندن میں واقع 'ہیتھرو ایئرپورٹ' سمیت برطانیہ کے دیگر ایئرپورٹس سے آمد و رفت کرنے والی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ قریبی تعاون سے سیول اور ٹوکیو عالمی برادری کے لیے زیادہ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ تاریخ کے حساس مسئلے پر ایشیبا نے کہا کہ جاپان کو جوزون کے الحاق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تاریخی تکلیف کا سامنا کرنا چاہیے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ گزشتہ ۲۵ برس سے متنازع یاسوکونی مزار نہیں گئے ہیں۔ ان کے مطابق جنوبی کوریا کے ساتھ اعتماد کی بحالی کے لیے جاپان کو اپنی جنگی تاریخ پر مزید غور و فکر کرنا ہوگا۔ علاقائی تقریباً ۱۰۰۰ فلائٹیں رد کر دی گئیں، اس کی وجہ سے برٹش ایئرویز، ایزی جیٹ، کے ایل ایم اور لفتھانسا جیسی بڑی ایئر لائنز کی پروازیں متاثر ہوئی ہیں۔ پروازوں کے متاثر ہونے کی وجہ سے برطانیہ کے مسافروں کو بے پناہ دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ تکنیکی خرابی کے باوجود ہوائی خدمات جاری رہیں اور برٹش ایئر اسپیس کھلا رہا، لیکن رکاوٹ کی وجہ سے آپریشنز کے حوالے سے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ این اے ٹی ایس نے بعد میں بتایا کہ اس نے مسئلے کے حل پر عمل درآمد کیا ہے اور سسٹم اب معمول پر آگئے ہیں۔

این اے ٹی ایس کی جانب سے کہا گیا کہ اس نے اپنے فلائٹ پروسیسنگ سسٹم کو ٹھیک کر لیا ہے، حالانکہ برطانیہ کے ۱۵ ایئرپورٹس اور دیگر مقامات پر پروازوں کا مسئلہ برقرار رہا، کیونکہ ایئر لائنس اور ہوائی اڈے خلل پڑنے والی پروازوں کا ایک بہت بڑا بیک لاگ صاف کرنے میں مصروف تھے۔ خبر رساں ایجنسی 'رائٹرز' کے مطابق این اے ٹی ایس نے کہا کہ ہمیں پریشانی پتہ ہے، مسئلہ ہمارے فلائٹ پروسیسنگ سسٹم میں تھا۔ ہمارے انجینئر موقع پر لگے ہیں اور جلد از جلد مسئلہ حل کرنے میں مصروف ہیں۔ مزید کہا کہ کئی فلائٹس اب بھی پرواز کر رہی ہیں اور ایئر اسپیس کھلا ہے، لیکن حالات معمول پر آنے میں وقت لگے گا۔ برطانیہ کے سب سے بڑے ایئرپورٹ اور ہیتھرو ایئرپورٹ نے کہا کہ وہ دقتوں کو حل کرنے کے لیے این اے ٹی ایس کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے۔ فلائٹ ٹریکنگ ویب سائٹ 'فلائٹ ریڈار ۲۴' نے بتایا کہ تکنیکی خرابی کی وجہ سے لندن فلائٹ انفارمیشن ریجن میں ہوائی اڈوں سے آمد و رفت کرنے والی پروازوں کو کنٹرول کیا جا رہا تھا۔ فلائٹ اویئر کے ڈاٹا سے پتہ چلا ہے کہ ہیتھرو میں تقریباً ۱۰۰ فلائٹس کو رد کرنا پڑا ہے، جبکہ ۳۶۷ فلائٹس میں تاخیر ہوئی۔ ہیتھرو کے علاوہ گیٹوک میں تقریباً ۲۵۰ فلائٹ میں تاخیر ہوئی، جو کہ ایئرپورٹ کی مجموعی پروازوں کا تقریباً ۳۱ فیصد ہے۔ منگل کے روز دوپہر تک متاثرہ ایئرپورٹس پر تقریباً ۳۰۰ پروازوں کے رد ہونے کی اطلاع ملی، جبکہ این اے ٹی ایس کے سسٹم معمول پر آنے لگے ہیں۔ لندن کے باہر ایئرپورٹ پر بھی اثر پڑا ہے۔ ایڈنبرا ایئرپورٹ نے اپنے مسافروں کو آگاہ کیا ہے کہ تکنیکی خرابی سے کام کاج پر اثر پڑ سکتا ہے۔ ڈبلن ایئرپورٹ نے بتایا کہ برطانیہ سے آمد و رفت کرنے والی پروازوں میں بھی رکاوٹ آرہی ہے۔ لوٹن اور برمنگھم ہوائی اڈوں کے ساتھ ساتھ ابرڈین اور گلاسگو ہوائی اڈوں پر پروازوں کے تاخیر یا منسوخ ہونے کی خبر ہے۔ ایزی جیٹ کا کہنا ہے کہ اس مسئلہ کی وجہ سے پورے یورپ میں پروازوں میں تاخیر ہو رہی ہے۔ رد ہوئیں پروازوں میں سب سے زیادہ ۹۶ پروازیں برٹش ایئرویز کی تھیں، جب کہ ایزی جیٹ کی ۹۲، کے ایل ایم کی ۲۰، لفتھانسا کی ۱۲ اور سوئس ایئر لائنز کی ۱۱ پروازیں رد ہوئی ہیں۔ واضح رہے کہ پہلے بھی تکنیکی خرابی کی وجہ سے برطانیہ ایوی ایشن نیٹ ورک میں بڑی رکاوٹیں آئی ہیں۔ ۲۰۲۴ میں بھی برطانیہ ایوی ایشن نیٹ ورک ریگولیٹر نے کہا تھا کہ این اے ٹی ایس کو اپنے ہنگامی انتظامات کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ گزشتہ سال فلائٹ پلان پروسیسنگ میں خرابی کی وجہ سے افرا تفری کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ ایئرلائن افسران کا اندازہ ہے کہ گزشتہ بار جب اس طرح کی رکاوٹیں آئیں تو ہوا بازی کی صنعت کو ۱۰۰ ملین پاؤنڈ سے زیادہ کی رقم کی واپسی اور معاوضے کا نقصان ہوا تھا۔ گزشتہ سال جولائی میں ریڈار سے متعلق تکنیکی خرابی کی وجہ سے ہیتھرو اور دیگر ایرپورٹ پر ۴ گھنٹے سے زیادہ پروازیں متاثر ہوئی تھیں۔

جارجیا میلونی کی طویل ترین میعاد کا ریکارڈ قائم

روم:(ایجنسیاں) اٹلی کی وزیرِ اعظم جارجیا میلونی کی حکومت نے جنگِ عظیم دوم کے بعد ملک میں مسلسل سب سے زیادہ عرصے تک اقتدار میں رہنے کا ریکارڈ قائم کر لیا۔ بین الاقوامی میڈیا رپورٹس کے مطابق جارجیا میلونی کی حکومت ۱۴۱۲ دن مکمل کر کے سابق وزیرِ اعظم سِلویو برلسکونی کی مسلسل حکومت کا ریکارڈ توڑنے میں کامیاب ہو گئی۔ اٹلی میں گزشتہ ۸ دہائیوں کے دوران سیاسی عدم استحکام کے باعث ۶۸ حکومتیں بن چکی ہیں۔ جارجیا میلونی کے حامی اس کامیابی کو سیاسی استحکام کی علامت قرار دے رہے ہیں جبکہ سیاسی ماہرین کا کہنا ہے کہ حکومت کا طویل عرصے تک قائم رہنا لازماً سیاسی استحکام کی نشاندہی نہیں کرتا۔ عرب میڈیا کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ تجزیہ کاروں کے مطابق میلونی حکومت کو ۲۰۱۸ء کے انتخابی قانون اور دائیں بازو کے اتحاد کی پارلیمانی اکثریت سے فائدہ ہوا جبکہ اقتدار برقرار رکھنے کیلئے حکمراں جماعت نے اپنے کئی انتخابی وعدوں پر سمجھوتہ کیا۔ دوسری جانب سابق فوجی جنرل روبرتو وناچی کی نئی انتہائی دائیں بازو کی جماعت صرف ۷ ماہ میں اٹلی کی چوتھی مقبول ترین سیاسی قوت بن چکی ہے جو ۲۰۲۷ء کے انتخابات میں میلونی کیلئے چیلنج بن سکتی ہے۔ اٹلی کی معیشت بھی دباؤ کا شکار ہے، ۲۰۲۶ء میں معاشی ترقی صرف ۰٫۶ فیصد رہنے کی پیش گوئی ہے۔ ماہرین نے حکومت کی سماجی پالیسیوں پر بھی تشویش ظاہر کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ناقدین کا کہنا ہے کہ احتجاج اور عوامی اختلافِ رائے سے متعلق قوانین میں سختی جمہوری آزادیوں کیلئے خطرناک رجحان ہے۔

سعودی عرب اور جرمنی کا اسٹریٹجک مذاکرات پر اتفاق

ریاض:(ایجنسیاں)
محمد حسن سراقہ رضوی

سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان اور ان کے جرمن ہم منصب یوہان وادے فول نے دونوں ممالک کے درمیان وزرائے خارجہ کی سطح پر اسٹریٹجک مذاکرات قائم کرنے پر اتفاق کیا۔ دونوں وزرائے خارجہ نے علاقائی سلامتی، بحری راستوں کی آزادی اور ریاض۔برلن تعلقات سمیت مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا۔ سعودی پریس ایجنسی کے مطابق دونوں وزرا نے برلن میں ملاقات کی، جس کے دوران سعودی عرب اور جرمنی کے درمیان دیرینہ تعلقات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ مختلف شعبوں میں تعاون کو مزید مضبوط بنانے کے طریقوں پر بھی غور کیا گیا۔ ملاقات میں خطہ کی تازہ ترین صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ دونوں فریقوں نے بین الاقوامی آبی گزرگاہوں کی سلامتی اور تحفظ کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ بحری آمدورفت کی آزادی کی اہمیت پر زور دیا۔ دونوں جانب سے آبنائے ہرمز کی معمول کی صورتحال بحال کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔ فریقین نے کہا کہ اس سے علاقائی سلامتی اور استحکام کو فروغ ملے گا اور بین الاقوامی تجارت کی روانی بھی یقینی بنانے میں مدد ملے گی۔ سعودی عرب اور جرمنی نے علاقائی اور بین الاقوامی بحرانوں کے حل کیلئے سفارتی اور پُرامن کوششوں کی حمایت کا بھی اعادہ کیا۔ ملاقات میں دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی اور تجارتی تعلقات بھی زیر بحث آئے۔ اس دوران باہمی تجارت کے حجم اور مختلف شعبوں میں تعاون و سرمایہ کاری کے مزید مواقع پیدا کر کے تجارت کو بڑھانے کے طریقوں پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ ملاقات کے دوران شہزادہ فیصل بن فرحان اور یوہان وادے فول نے سعودی اور جرمن حکومتوں کے درمیان وزرائے خارجہ کی سطح پر اسٹریٹجک مذاکرات کے قیام کیلئے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط بھی کیے۔ اس مذاکراتی نظام کا مقصد دونوں ممالک کے درمیان مشاورت اور رابطہ کاری کو مضبوط بنانا اور مختلف شعبوں میں دوطرفہ تعلقات کو مزید فروغ دینا ہے۔ ملاقات میں سعودی وزارت خارجہ کے یورپی ممالک سے متعلق ڈائریکٹر جنرل عبدالرحمن الاحمد اور سعودی وزیر خارجہ کے مشیر محمد الیحییٰ بھی موجود تھے۔

انڈونیشیا میں شدید آتش فشانی دھماکہ ہوا۔

نمائندہ, نیپال اردو ٹائمز سید ظہیر احمد فنا

انڈونیشیا میں شدید آتش فشانی دھماکہ ہوا۔
راکھ کی بلندی: آتش فشاں سے نکلنے والی راکھ تقریباً ۵۰ ہزار فٹ کی بلندی تک پہنچ گئی۔ پروازوں پر اثر: اس قدرتی آفت کی وجہ سے مجموعی طور پر ۲۰۹ پروازیں متاثر ہوئیں اور تقریباً ۲۲,۸۰۰ مسافروں کو اپنی سفری منصوبہ بندی میں تبدیلی کرنا پڑی۔ متعدد پروازیں منسوخ یا موخر کی گئیں۔

فضائی سلامتی کے خدشات: ماہرین کے مطابق آتش فشانی راکھ طیاروں کے انجن میں داخل ہو کر نقصان پہنچا سکتی ہے اور پائلٹوں کے لیے حدِ نگاہ بھی متاثر کر سکتی ہے، جس کی وجہ سے یہ پروازوں کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔
دھماکے کی آواز: جکارتا ریجنل ڈزاسٹر مینجمنٹ ایجنسی کے مطابق آتش فشاں سے ہونے والے دھماکے کی آواز تقریباً ۷۰۰ کلو میٹر دور تک سنی گئی۔

* کیا آپ جانتے ہیں کہ امام بخاری کی وفات کیسے ہوئی؟ *

اِم-ام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ-ے کی وفات عید الفطر کی رات کو ہوئی، وہ مظلوم تھے، اللہ ان پر رحم فرمائے (آمین)
اِم-ام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ-ے کو اپنی زندگی کے آخر میں اسلامی دنیا کے مشرقی شہروں کے حکمرانوں کی طرف سے شدید ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا، خصوصاً نیشاپور، بخارا اور سمرقند میں، اس کی کئی وجوہات تھیں، جن میں سے چند یہ ہیں:
◘ انہوں نے حکمرانوں کے بچوں کو ان کے محلات میں تعلیم دینے سے انکار کر دیا تھا، اِم-ام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ-ے کہتے تھے:
* "علم کے پاس جایا جاتا ہے، یہ دروازوں تک نہیں لایا جاتا۔" * ◘ بعض لوگوں نے ان کی شہرت اور نیک سیرت سے حسد کیا اور دیگر کئی وجوہات تھیں۔
◈ جب اِم-ام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ-ے کی عمر ۶۲ سال ہوئی، نیشاپور کے حاکم نے انہیں حکم دیا کہ وہ شہر چھوڑ دیں اور وہاں ان کی موجودگی ناپسندیدہ ہے۔
چنانچہ وہ نیشاپور سے ہجرت کر کے اپنے آبائی شہر بخارا پہنچے۔ وہاں لوگوں نے شہر کے دروازوں پر ان کا استقبال کیا، ان پر دولت اور مٹھائی نچھاور کی، اور لوگ، طلبہ علم اور محدثین ان کے گرد جمع ہو گئے، حتیٰ کہ دوسرے محدثین کی مجالس خالی ہو گئیں، جس سے بعض لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف حسد بھڑک اٹھا۔
لیکن جلد ہی بخارا کے حاکم کو ان کی شہرت سے غصہ آیا، اور نیشاپور کے حاکم کی طرف سے بھی پیغامات آئے کہ اِم-ام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ-ے کو بخارا سے بھی نکال دیا جائے، جیسا کہ نیشاپور سے نکالا گیا تھا۔

تائیوان کا نوجوانوں کو چین میں بڑھتے خطرات سے خبردار رہنے کا مشورہ۔

نمائندہ, نیپال اردو ٹائمز سید ظہیر احمد فنا

چین تائیوانی نوجوانوں کو سیاحت، ثقافتی تبادلوں، ملازمتوں اور تعلیمی مواقع کی آڑ میں مختلف طریقوں سے نشانہ بنا رہا ہے۔ حکام کی تنبیہ: تائیوانی حکام نے خبردار کیا ہے کہ چین کی طرف سے پیش کیے جانے والے پرکشش پروگراموں اور ملازمتوں کے پیچھے سیاسی اثر انداز ہونے، نظریاتی تربیت (indoctrination) اور دھوکہ دہی کے خطرات چھپے ہو سکتے ہیں۔ بے روزگاری اور جعلی پیشکشیں: چین میں نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح (جولائی میں ۱۷٫۹ فیصد) کے پیش نظر ملازمتوں کے جعلی اور پرکشش دعوؤں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی گئی ہے، کیونکہ بہت سے لوگ وہاں جا کر بے روزگار یا رہائش سے محروم رہ جاتے ہیں۔ قومی سلامتی کے خطرات: چین کے سخت قومی سلامتی قوانین کے تحت تائیوانی شہریوں کو سوشل میڈیا پر تبصروں یا مشکوک اداروں سے وابستگی کی بنیاد پر حراست میں لیے جانے کا خطرہ بھی لاحق ہے

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +9779701714929, +977 9817619786, +9779821442810

نیپال: جین زی تشدد قومی معیشت پر بڑا حملہ تھا: کے پی شرما اولی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

سی پی این یو ایم ایل کے چیئرمین کے پی شرما اولی نے ۹ ستمبر ۲۰۲۵ کو خوفناک تباہی کا دن قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ جین زی کے احتجاج کے بعد ہونے والا تشدد ملک، جمہوریت اور قومی معیشت کی بنیاد پر بڑا حملہ تھا۔ جین زی تحریک کی پہلی برسی کے موقع پر بدھ کو جاری کردہ ایک ویڈیو پیغام میں، اولی نے کہا کہ جین زی تحریک ۸ ستمبر کو پرامن طریقے سے شروع ہوئی تھی، لیکن بعد میں جرائم پیشہ گروہ اس میں داخل ہو گئے اور ان کے مطابق جان بوجھ کر احتجاج کو پرتشدد بنا دیا۔ اولی نے کہا کہ نوجوان اچھی طرز حکمرانی اور سوشل میڈیا پر عائد کی گئی پابندی جیسے مسائل کے خلاف احتجاج کرنے سڑکوں پر اترے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آئین شہریوں کو آزادی اظہار اور پرامن احتجاج کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ جرائم پیشہ گروہوں نے پرامن احتجاج میں گھس کر تشدد کو ہوا دی۔ اولی کے مطابق نوجوان مظاہرین کو جان بوجھ کر گھیرے میں لے کر پارلیمنٹ کی عمارت کی طرف لے جایا گیا، جہاں صورتحال بگڑ گئی اور فائرنگ کے نتیجے میں ہلاکتیں ہوئیں۔ اولی نے احتجاج کے دوران مارے گئے نوجوانوں اور ڈیوٹی کے دوران اپنی جانیں گنوانے والے پولیس اہلکاروں کو یاد کیا اور ان کے اہل خانہ سے تعزیت کا اظہار کیا۔ انہوں نے صدر کے دفتر وزیراعظم کی رہائش گاہ سنگھ دربار، پارلیمنٹ ہاؤس، سپریم کورٹ سیاسی جماعتوں کے دفاتر اور سرکاری و نجی املاک پر حملوں کا حوالہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ وسیع پیمانے پر توڑ پھوڑ لوٹ مار آتش زنی اور جانوں کے ضیاع کو صرف گزشتہ روز ہونے والی اموات پر جذباتی رد عمل سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اولی نے ۹ ستمبر کے واقعات کو مبینہ خطرناک سازش کا نتیجہ قرار دیا۔ ان کے مطابق، اس کا مقصد نیپال کی قوم پرستی جمہوریت اور آئینی نظم کے ترقی پسند راستے کو پلٹنا اور ملک کو آمریت اور انتشار کی کی طرف دھکیلنا تھا۔ انہوں نے یہ سوال بھی کیا کہ تباہی کے ذمہ داروں کا احتساب ابھی تک کیوں نہیں کیا گیا۔ انہوں نے سوال کیا ۹ ستمبر کی تباہی کے ملزمان کو استثنٰی کیوں دیا جارہا ہے؟ رپورٹس کو کیوں خفیہ رکھا جا۔ اولی نے جمہوری اداروں اور سیاسی جماعتوں کے خلاف نفرت اور انتقام پھیلانے کی کوششوں پر بھی تنقید کی۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اس طرح کی سرگرمیاں ملک کو مزید پس پشت ڈال سکتی ہیں۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ ۹ ستمبر کی برسی کو معافی کے بغیر دائرہ احتساب اور انتشار کی کے خلاف اپنے عزم کا اظہار کرنے قومی سلامتی کو مضبوط بنانے اور ایک خوشحال نیپال کی تعمیر کے لیے کام کرنے کے موقع کے طور پر منائیں

اسلام اور مسلمانوں کو تعصب کے بغیر سمجھنے کی ضرورت: شیخ ابو بکر

نفرت، تشدد اور سماجی انتشار کے خاتمہ کے لئے تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل ناگزیر: ڈاکٹر ازہری، کالی کٹ میں منعقدہ بین الاقوامی میلاد کانفرنس میں ملک وبیرون ملک کی عظیم شخصیات، ملی ومذہبی پیشواء، عالمی نعت خواں سمیت ہزاروں فرزندان توحید کی شرکت

کالی کٹ (عبد الکریم امجدی)

معاشرے کو چاہیے کہ وہ اسلام اور اسلامی معاشرے کے افکار، طرزِ عمل اور موقف کو کسی تعصب کے بغیر سمجھنے کی کوشش کرے اور انسانیت کی حقیقی ترقی و فلاح کے لیے اسلامی معاشرے کی خدمات کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کرے۔ مذکورہ خیالات کا اظہار گرانڈ مفتی آف انڈیا اور جامعہ مرکز کے بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ ابو بکر احمد نے آج یہاں کالی کٹ میں منعقدہ بین الاقوامی میلاد کانفرنس کے جم غفیر مجمع سے "مدح رسول' عنوان پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ شیخ ابو بکر احمد نے کہا کہ نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے انسانیت اور عدل و انصاف کی بنیاد پر ایک جامع تہذیبی اور سماجی انقلاب برپا فرمایا۔ اسلام نے معاشرتی سطح پر اخوت، محبت اور مساوات کو فروغ دیا اور دنیا کو ایک رحمت و شفقت پر مبنی معاشرتی نظام عطا کیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی تنظیمیں اور مسلمان آج بھی معاشرے میں ان اقدار کے تحفظ اور عملی اظہار کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ خواتین، بچوں اور بزرگوں کی خصوصی نگہداشت ضروری ہے، جبکہ ان کے تحفظ، سلامتی اور فلاح و بہبود کو یقینی بنانا دین کی اہم ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ اس مقصد کے لیے مزید موثر اقدامات اور فلاحی منصوبے وضع کیے جانے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ معاشرہ اس وقت متعدد بحرانوں سے گزر رہا ہے۔ جنگوں، تنازعات، سماجی بے چینی اور اخلاقی اقدار کے زوال نے معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ایسے حالات میں خود انحصاری اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والے اقدامات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ سادگی، میانہ روی اور کفایت شعاری کے نمونوں کو فروغ دیا جائے، جبکہ متبادل معاشی نظام اور معاشرے کی باہمی مدد پر مبنی معاونتی نظام کو مزید مضبوط کیا جائے۔ ڈاکٹر محمد عبد الحکیم ازہری نے کہا کہ تعلیمات نبوی ﷺ میں ہر مشکلات کا حل موجود ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ سیرت طیبہ کو عملی جامعہ پہنائیں، انہوں نے کہا کہ نفرت وتشدد وسماجی انتشار کا خاتمہ تعلیمات نبوی کے بغیر نا ممکن ہے

بین الاقوامی میلاد کانفرنس میں شیخ ابو بکر خطاب فرماتے ہوئے

واضح رہے کہ مرکز الثقافۃ السنیہ کے زیر اہتمام سمستھا کیرالہ کی صد سالہ تقریبات کے ضمن میں ایک منعقدہ کانفرنس حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ۱۵۰۱ویں جشنِ ولادت کے موقع پر "میرے نبی میرے دل میں زندہ ہیں" کے عنوان سے منعقد کی گئی۔ جس میں ملک بھر سے مندوبین اور بیرون ممالک کی عظیم شخصیات سمیت شریک ہوئے۔ اس موقع پر ملک وبیرو ممالک کے نعت خواں حضرات نے عربی کے روایتی انداز میں نشیدہ پیش کیا۔ جس سے مجمع میں کیف وسرور طاری ہوگیا۔ کانفرنس سے سید علی بافقیہ، ای سلیمان، سید ابراہیم خلیل البخاری، سی محمد فیضی، مولانا عبید اللہ ثقافی نے بھی خطاب کیا۔ آخر میں عالمی قیام امن اور ملکی سلامتی کے کیلئے خصوصی دعائیں کی گئیں۔ قبل ازیں شہر میں متعدد اطراف سے دف کی ریلیاں اور جلوس محمدی ﷺ شاندار طریقے سے نکالے گئے جس میں عوام وخواص کثیر تعداد میں شریک ہوئے جس کی قیادت سادات کرام اور علماو مشائخ نے روایتی انداز میں کیا۔

ریاستی ادارے الجھن میں ہیں، حکومت کے اشارے اچھے نہیں: پرچنڈ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

سابق وزیر اعظم اور کمیونسٹ پارٹی آف نیپال کے کوآرڈینیٹر پشپ کمل دہل 'پرچنڈ' نے ملک کے سیاسی و انتظامی منظر نامے پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ اس وقت ملکی سیاست، بیوروکریسی اور تمام اہم ریاستی ادارے شدید الجھن اور بے یقینی کا شکار ہیں۔ انہوں نے موجودہ حکومتی اقدامات کو کڑی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت کی طرف سے ملنے والے اشارے جمہوریت اور ملکی استحکام کے لیے کسی بھی طرح اچھے نہیں ہیں۔ کاٹھمنڈو میں منعقدہ ایک حالیہ تقریب کے دوران میڈیا اور پارٹی رہنماؤں سے گفتگو کرتے ہوئے سابق وزیر اعظم نے واضح کیا کہ ملک کی انتظامیہ اور ریاستی ادارے اس وقت مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ حکومت کی مبہم اور غیر واضح پالیسیوں کی وجہ سے بیوروکریسی کوئی بھی بڑا فیصلہ کرنے سے ہچکچا رہی ہے، جس کا براہ راست نقصان ملکی گورننس اور عوامی خدمات کو پہنچ رہا ہے۔ اپنے خطاب میں پرچنڈ نے موجودہ حکومت پر پارلیمنٹ کو دانستہ طور پر بائی پاس کرنے کا سنگین الزام عائد کیا۔ انہوں نے کہا: یہ انتہائی شرمناک بات ہے کہ جس حکومت کے پاس پارلیمنٹ میں

دو تہائی اکثریت کی حمایت حاصل ہو، وہ باقاعدہ قانون سازی اور جمہوری طریقہ کار کو چھوڑ کر آرڈیننسز (صدارتی احکامات) کے ذریعے ملک چلانے کے راستے اختیار کرے۔ پرچنڈ نے ملک میں حالیہ سیلاب اور قدرتی آفات کے دوران حکومت کی ناقص کارکردگی پر بھی شدید غصے کا اظہار کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر حکومت اور ریاستی ادارے وقت پر متحرک ہوتے اور امدادی کارروائیوں کو تیز کیا جاتا تو کئی قیمتی جانیں بچائی جا سکتی تھیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت کو دباؤ کی سیاست کے بجائے سرکاری ملازمین اور سیکیورٹی اہلکاروں کا حوصلہ بڑھانا چاہیے تاکہ وہ بحرانی صورتحال میں بہتر نتائج دے سکیں۔ اس کے علاوہ، انہوں نے حکومت پر گزشتہ برس کی (نوجوان نسل) کی احتجاجی تحریک کی تحقیقاتی رپورٹ کو دانستہ طور پر چھپانے کا الزام بھی عائد کیا اور مطالبہ کیا کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر مبنی اس رپورٹ کو فوری طور پر پبلک کیا جائے۔

جین زی تحریک کی پوری تحقیقاتی رپورٹ فوری منظر عام پر لائی جائے: نیپال گورننس

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال کے سرکردہ سول سوسائٹی کے اتحاد نیپال گورننس واچ گروپ نے ستمبر ۲۰۲۵ کی تاریخی 'جین زی موومنٹ' کی پہلی برسی کے موقع پر حکومت سے تمام تحقیقاتی رپورٹوں کو فوری طور پر منظر عام پر لانے کا پرزور مطالبہ کیا ہے۔ گروپ کا کہنا ہے کہ احتجاج کے دوران ہونے والی ہلاکتوں، تشدد اور املاک کو پہنچنے والے نقصان کے پیچھے چھپی سچائی کو تالے میں رکھ کر ملک میں انصاف اور قانون کی حکمرانی کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے ایک مشترکہ بیان جاری کرتے ہوئے شدید تشویش کا اظہار کیا ہے کہ سپریم کورٹ کے سابق جج غوری بہادر کارکی کی قیادت میں قائم کیے گئے اعلیٰ سطحی جوڈیشل انکوائری کمیشن کی رپورٹ کو اب تک سرکاری طور پر پبلک نہیں کیا گیا۔ گروپ نے الزام لگایا کہ حکومت میں شامل کچھ ذمہ داران جان بوجھ کر اس رپورٹ کو چھپا رہے ہیں تاکہ اصل حقائق سامنے نہ آ سکیں۔ رپورٹ کے مطابق، ۸ اور ۹ ستمبر ۲۰۲۵ کو ہونے والے ان مظاہروں کے دوران ریاستی اداروں کی جانب سے طاقت کا بے جا استعمال کیا گیا: تحریک کے پہلے ہی دن (۸ ستمبر) سیکیورٹی فورسز نے ہجوم کو کنٹرول کرنے کے لیے غیر مہلک طریقوں کے بجائے براہِ راست مہلک ہتھیاروں کا استعمال کیا، جس کے نتیجے میں ۱۹ نہتے مظاہرین ہلاک ہو گئے۔ تحریک کے دوسرے دن (۹ ستمبر) شدید عوامی غصے کے باعث بڑے پیمانے پر توڑ پھوڑ اور آتش زدگی کے واقعات پیش آئے، جس میں سنگھ دربار (مرکزی سیکرٹریٹ)، پارلیمنٹ ہاؤس اور سپریم کورٹ سمیت کئی سرکاری عمارتوں اور سیاسی دفاتر کو نشانہ بنایا گیا۔ انکوائری کمیشن نے ستمبر کے پرتشدد واقعات کے ذمہ دار اس وقت کے حکومتی عہدیداروں اور سیکیورٹی قیادت کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی سفارش کر رکھی ہے۔ نیپال گورننس واچ گروپ نے واضع کیا ہے کہ جب تک تشدد کے ذمہ دار سیکیورٹی حکام اور لوٹ مار میں ملوث عناصر کو قانون کے کٹہرے میں نہیں لایا جاتا، تحریک کے مقاصد ادھورے رہیں گے۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ نئی حکومت (وزیر اعظم بالین شاہ کے دورِ حکومت میں) شفافیت کا ثبوت دیتے ہوئے رپورٹ کے تمام مندرجات کو فوری طور پر پبلک کرے۔

نتیجہ فکر: ڈاکٹر ثاقب ہارونی
کاٹھمانڈو نیپال

دشمنوں کے درمیاں کچھ رابطے کام آگئے
حسنِ اخلاق و عمل کے سلسلے کام آگئے

مل گیا بجھتے چراغوں کو قیام دائمی
جب حویلی کے پرانے طاقچے کام آگئے

شاہراہوں کے مقابل جب لگا کھونے وجود
گاؤں کی پگڈنڈیوں کو قافلے کام آگئے

دل میرا شیشہ صفت سہما ہوا بیٹھا تھا پر
پتھروں کی بستیوں میں آئینے کام آگئے

یہ کہانی پھر کبھی تم کو سنائیں گے میاں
کیسے سونی منزلوں کو راستے کام آگئے

ورنہ اس نے کردیا تھا زندگی سے بے دخل
میرے کچھ اپنے اصول و ضابطے کام آگئے

سب کے سب نوحہ کناں تھے کربلا کے نام پر
کاغذوں سے پھر بنے سب تعزیئے کام آگئے

دوستی جب آشنا طورِ منافق سے ہوئی
بے محابا دشمنی کے زاویئے کام آگئے

بچ گئی حبلِ تعلق ٹوٹنے سے آخرش
شب کی تنہائی میں قائم واسطے کام آگئے

میری خود داری ہے مستحکم انائے یار بھی
میرے اس کے درمیانی فاصلے کام آگئے

میری غزلوں کی ردیفیں جب کبھی مشکل میں تھیں
سہلِ خاطر کے لئے سب قافیئے کام آگئے

کوندآئی ہے خوشی اس چہرۂ ثاقب پہ آج
شوخ دریاؤں کو نازک بلبلے کام آگئے

موسمیاتی تباہی کا شکار نیپال کی تاریخ میں پہلی بار اقوامِ متحدہ کے 'لاس اینڈ ڈیمیج فنڈ' سے ہنگامی مالی امداد کی اپیل

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو ملک میں آنے والے تباہ کن سیلاب کے بعد نیپال حکومت نے پہلی بار موسمیاتی تبدیلی سے ہونے والے نقصانات کے ازالے کے اقوام متحدہ کے لاس اینڈ ڈیمیج فنڈ سے ہنگامی مالی امداد طلب کی ہے۔ تاہم، نیپال کو کتنی رقم ملے گی اور یہ امداد کب تک فراہم ہوگی، اس کا فی الحال کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا ہے۔ حکام کے مطابق، فنڈ کی فوری فراہمی سہولت کے تحت طلب کی گئی امداد کی رقم نیپال کی جانب سے پیش کیے جانے والے نقصانات کے شواہد و تفصیلات اور فنڈ کی بورڈ میٹنگ میں کیے جانے والے فیصلے کی بنیاد پر طے ہوگی۔ ۲۶ اگست کو گلیشیئر جھیل پھٹنے کے بعد لہیندے کھولا کے راستے بھوٹے کوشی ترشولی ندی میں آنے والے اچانک سیلاب نے بڑے پیمانے پر جانی نقصان کے ساتھ ساتھ بنیادی ڈھانچے اور معیشت کو زبردست نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد نیپال نے فوری راحت اور بحالی کے لیے اس فنڈ سے امداد کی درخواست کی ہے۔ وزیر خزانہ ڈاکٹر سورنم واگلے اور وزیر زراعت جنگلات و ماحولیات گیتا چودھری نے مشترکہ طور پر فنڈ کے شریک صدور کو مکتوب ارسال کر کے سیلاب سے ہونے والے نقصانات سے فوری نمٹنے کے لیے ہنگامی مالی امداد کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اگرچہ ابھی تک فنڈ کی جانب سے اس خط کا کوئی باضابطہ جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ وزارت زراعت جنگلات و ماحولیات کے ماتحت کلائمیٹ چینج مینجمنٹ ڈویژن کی ڈپٹی سکریٹری دیپا اولی نے کہا کہ نیپال نے کسی مخصوص رقم کا مطالبہ نہیں کیا ہے۔ انہوں نے کہا، ہم نے رقم طے کرکے نہیں مانگی ہے۔ اگرچہ کاربن کے اخراج میں نیپال کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے، اس کے باوجود ہمیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی کے باعث بھوٹے کوشی میں آنے والے گلیشیائی سیلاب سے ہمیں نقصان پہنچا ہے۔ ہمیں ہنگامی امداد کی ضرورت ہے، اسی مقصد کے تحت مراسلت کی گئی ہے۔ ان کے مطابق، ہنگامی امداد طلب کرنے والا نیپال پہلا ملک ہے۔ نیپال کو امید ہے کہ اس فنڈ سے تقریباً ۳۰۰۰ کروڑ نیپالی روپے تک کی امداد حاصل ہو سکتی ہے۔

نیپال سیلاب: صدر رام چندر پوڈیل کا عارضی کیمپوں کا دورہ، امدادی کام تیز کرنے کی ہدایت

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

صدر رام چندر پوڈیل نے ملک کے شمالی اور وسطی حصوں میں آنے والے حالیہ تباہ کن سیلاب سے شدید متاثرہ اضلاع کا ہنگامی دورہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ ۲۶ اگست ۲۰۲۶ء کو نیپال اور تبت کی سرحد پر گلیشیئر پھٹنے اور مٹی کے تودے گرنے کے باعث بھوٹے کوشی اور تریشولی دریاؤں میں ہولناک سیلاب آیا تھا، جس نے وسیع پیمانے پر تباہی مچائی ہے۔ صدر پوڈیل نے شدید متاثرہ اضلاع نوواکوٹ، اور رسوا، کا فضائی اور زمینی معائنہ کیا۔ انہوں نے بدوُر میونسپلٹی میں قائم عارضی ہولڈنگ سینٹرز کا دورہ کیا، جہاں انہوں نے اپنے گھر بار سے محروم ہو جانے والے متاثرین سے براہِ راست ملاقات کی اور ان کے مسائل سنے۔ صدر نے متاثرہ خاندانوں کو یقین دلایا کہ دکھ کی اس گھڑی میں ریاست ان کے ساتھ کھڑی ہے اور بحالی کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں گے۔ دورے کے دوران ضلعی سیکیورٹی کمیٹی اور نیپالی فوج کے اعلیٰ حکام نے صدر کو لاپتہ افراد کی تلاش، امدادی سامان کی تقسیم اور بنیادی ڈھانچے کی بحالی کے لیے جاری آپریشنز پر تفصیلی بریفنگ دی۔ تازہ ترین سرکاری اعداد و شمار کے مطابق، اس قدرتی آفت کے نتیجے میں اب تک ۳۵۵،۱۱ افراد ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ ۹۹۶،۴ افراد تاحال لاپتہ ہیں، جن کی تلاش کے لیے بڑے پیمانے پر ریسکیو آپریشن جاری ہے۔ متاثرہ علاقوں کے دورے کے فوری بعد صدر رام چندر پوڈیل نے نیپال ٹیلی ویژن کے ذریعے قوم سے خصوصی خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے اس سیلاب کو ایک بڑا انسانی بحران قرار دیا اور عالمی سطح پر موسمیاتی انصاف کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ نیپال جیسے پہاڑی ممالک عالمی حدت کی وجہ سے گلیشیئرز پگھلنے کے سنگین نتائج بھگت رہے ہیں، اس لیے عالمی برادری کو اس بحران سے نمٹنے کے لیے نیپال کی فوری مدد کرنی چاہیے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز
Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز

نیپال سیلاب: سرنگوں میں پھنسے افراد کے لیے امدادی کارروائیاں مزید پیچیدہ، ہزاروں لاپتہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال میں تباہ کن سیلاب کے بعد سرنگوں کے اندر پھنسے لوگوں کو بچانے کا کام پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔ متعدد ممکنہ ریسکیو آپریشنز ایک ساتھ مختلف مقامات پر کیے جانے چاہئیں، ہر ایک منفرد خطرات غیر یقینی صورتحال اور چیلنجز پیش کرتا ہے۔ ۶۲ سالہ آسٹریلیائی سرنگ کے ماہر اور ماہر ارضیات پروفیسر آرنلڈ ٹکس نے کہا کہ نیپال اس وقت ایک غیر معمولی صورت حال کا سامنا کر رہا ہے جہاں ایک ہی وقت میں کئی ممکنہ امدادی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ ڈکس، جنہوں نے ۲۰۲۳ میں بھارت کے اتراکھنڈ میں سلکیارا سرنگ میں پھنسے ۴۱ مزدوروں کو کامیاب بچانے میں اپنے اہم کردار کے لیے بین الاقوامی سطح پر پہچان حاصل کی، نیپال کی موجودہ صورتحال کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے امتحانات میں سے ایک قرار دیا۔ پیر کو سوشل میڈیا پر سلکیارا ریسکیو آپریشن کی عکاسی کرتے ہوئے انہوں نے ریمارکس دیئے کہ ۴۱ کارکنوں کی کامیاب ریسکیو نے ثابت کر دیا کہ ناممکن نظر آنے والے چیلنجز پر اجتماعی کوششوں سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک بڑے چیلنج پر قابو پانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام آزمائشیں ختم ہو چکی ہیں۔ اس کے بجائے، یہ اور بھی بڑی ذمہ داریوں کا باعث بن سکتا ہے۔ ڈکس کے مطابق، ریسکیو آپریشن کا اصل امتحان صرف جانوں کی بچائی جانے والی تعداد میں نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ہے کہ کیا ریسکیو ٹیم منفی حالات بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں اور غیر یقینی نتائج کے باوجود اپنی کوششوں کو جاری رکھتی ہے۔ ڈکس نے اس بات پر زور دیا کہ ریسکیو آپریشن کی کامیابی کا اندازہ صرف جانوں کی تعداد سے نہیں لگایا جانا چاہیے۔ انہوں نے ذمہ داری پر زور دیا کہ وہ ان لوگوں کی تلاش اور مدد جاری رکھیں جو شاید اب بھی زندہ ہیں۔ بھوٹے کوشی واقعہ سے متاثرہ علاقوں میں نیپالی فوج مسلح پولیس فورس اور خصوصی ریسکیو ٹیمیں مسلسل تعینات ہیں۔ یہ ٹیمیں سرنگوں کے اندر پھنسے لوگوں کو تلاش کرنے اور انہیں بحفاظت باہر نکالنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

نیپال سیلاب میں پھنسی ۶۴ سالہ خاتون کو ۱۱ دن بعد زندہ نکالا گیا

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی۔ نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو: نیپال کے نوواکوٹ ضلع میں سیلاب میں پھنسی ایک خاتون کو ۱۱ ویں روز بحفاظت باہر نکال لیا گیا۔ مسلح پولیس فورس کی ٹیم نے ہفتہ کو نوواکوٹ ضلع کے ودور ویتراوتی علاقے میں واقع ایک مکان سے خاتون کو ریسکیو کیا. مسلح پولیس فورس کے مطابق ریسکیو کی گئی خاتون کی شناخت ویتراوتی کی رہائشی ۶۴ سالہ چنڈیکا شریسٹھ کے طور پر ہوئی ہے۔ انہیں ان کے ہی مکان کی چوتھی منزل سے بحفاظت باہر نکالا گیا۔ خاتون کی خراب حالت کو دیکھتے ہوئے انہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے علاج کے لیے کاٹھمانڈو منتقل کیا گیا، جہاں آرمی اسپتال میں ان کا علاج جاری ہے

تریشولی چلیمے سرنگ حادثہ: پھنسے افراد کی تلاش تیز، بھارتی ریسکیو ٹیم کا دائرہ کار وسیع

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو نیپال میں جاری امدادی اور بچاؤ مہم کے درمیان چلیمی سرنگ میں پھنسے افراد کو باہر نکالنے کی کوششیں تیز کر دی گئی ہیں۔ نیپالی فوج کے ساتھ مل کر ریسکیو آپریشن میں مصروف بھارتی سرنگ بچاؤ ٹیم نے سرنگ کے اندر مزید گہرائی تک کھدائی کا کام شروع کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سرنگ میں جمع پانی نکالنے کا عمل بھی مسلسل جاری ہے۔ نیپال میں بھارت کے سفیر نوین سری واستو نے سوشل میڈیا کے ذریعے ریسکیو آپریشن سے متعلق معلومات شیئر کیں۔ انہوں نے بتایا کہ بھارتی سرنگ بچاؤ ٹیم نیپالی فوج کے ساتھ تال میل کر کے چلیمی سرنگ میں ریسکیو آپریشن چلا رہی ہے۔ ٹیم سرنگ کے اندر جمع پانی نکالنے کے ساتھ ساتھ بچاؤ کا راستہ مزید گہرا کرنے میں مصروف ہے۔ ریسکیو آپریشن کو تیز کرنے کے لیے سرنگ تک بھاری مشینری اور ضروری آلات پہنچانے کی تیاری بھی کی جا رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک عارضی ٹریک تیار کیا جا رہا ہے۔ ٹریک بن جانے کے بعد بڑے اور بھاری آلات کو سرنگ کے قریب پہنچانا آسان ہوگا، جس سے بچاؤ مہم کو مزید وسیع پیمانے پر چلانے میں مدد ملے گی۔ بھارتی ریسکیو ٹیم کے ساتھ پہنچنے والے ڈاکٹر بھی امدادی کارروائیوں میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ڈاکٹروں نے متاثرہ مقامی افراد کے لیے طبی کیمپ قائم کیا ہے، جہاں انہیں ضروری طبی امداد فراہم کی جا رہی ہے۔ اس طرح چلیمی میں جاری امدادی مہم صرف سرنگ میں پھنسے افراد کو باہر نکالنے تک محدود نہیں ہے، بلکہ ریسکیو ٹیم کے ساتھ موجود طبی ماہرین متاثرہ آبادی کو صحت کی سہولیات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ علاقے میں ضروری انسانی امداد بھی پہنچا رہے ہیں۔ بھارتی اور نیپالی ٹیمیں مشترکہ طور پر ریسکیو آپریشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہیں۔ سرنگ کے اندر پانی نکالنے اور بچاؤ کے راستے کو مزید آگے بڑھانے کا کام مسلسل جاری ہے۔

سُنسری کے مسلم معاشرے نے سیلاب متاثرین کے لیے ۶۲ لاکھ ۴۵ ہزار ۴۹ روپے وزیر اعظم ریلیف فنڈ میں جمع کرائے

سُنسری، نیپال:
رضوان احمد مصباحی

قدرتی آفات کے مشکل وقت میں انسانیت، باہمی تعاون اور قومی یکجہتی کی ایک قابل تحسین مثال سُنسری ضلع کے مسلم معاشرے نے پیش کی ہے۔ نیپالی مسلم سماج، سُنسری کی کوآرڈینیشن میں مدارس، مساجد، مختلف سماجی و مذہبی تنظیموں اور انفرادی طور پر لوگوں کی جانب سے سیلاب متاثرین کی امداد کے لیے مجموعی طور پر روپے ۶۲،۴۵،۰۴۹ (باسٹھ لاکھ پینتالیس ہزار انچاس) جمع کیے گئے۔
جمع شدہ یہ خطیر رقم سیلاب اور قدرتی آفت سے متاثرہ خاندانوں کی مدد کے مقصد سے وزیر اعظم ریلیف فنڈ میں جمع کرائی گئی ہے۔ اس سلسلے میں تعاون سے متعلق تمام واؤچرز سُنسری کے چیف ڈسٹرکٹ آفیسر (प्रमुख (जिल्ला अधिकारी کے سامنے پیش کیے گئے، جس سے امدادی مہم کی شفافیت اور باقاعدہ طریقۂ کار کا بھی اظہار ہوتا ہے۔
اس امدادی مہم میں مدارس و مساجد کے ذمہ داران، مختلف سماجی و مذہبی تنظیموں، مقامی افراد اور عام مسلمانوں نے اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لیا۔ کسی نے بڑی رقم کے ذریعے تعاون کیا تو کسی نے اپنی محدود حیثیت کے باوجود اس قومی خدمت میں حصہ ڈال کر یہ پیغام دیا کہ قدرتی آفت کے وقت کسی بھی متاثرہ انسان کی مدد صرف ایک طبقے یا برادری کی ذمہ داری نہیں، بلکہ پوری انسانیت اور معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔
سُنسری کے مسلم معاشرے کی جانب سے جمع کی گئی یہ رقم اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ نیپال میں مختلف مذاہب، برادریوں اور طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ مشکل حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ سیلاب نے جن خاندانوں کی زندگی، روزگار اور بنیادی ضروریات کو متاثر کیا ہے، ان کے لیے یہ تعاون نہ صرف مالی مدد ہے بلکہ ان کے حوصلے اور امید کو مضبوط کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔
اس موقع پر یہ پیغام بھی نمایاں طور پر سامنے آیا کہ مذہب الگ ہو سکتا ہے، مگر انسانیت کا جذبہ ایک ہے۔ قدرتی آفت کسی مذہب، ذات یا برادری کو دیکھ کر نہیں آتی، اس لیے اس کے مقابلے میں بھی پوری قوم کا متحد ہونا ضروری ہے۔
سُنسری کے مسلم معاشرے کی یہ کوشش نیپال میں مذہبی ہم آہنگی، انسانی خدمت اور قومی یکجہتی کی ایک مثبت مثال ہے۔ ایسے اقدامات نہ صرف متاثرین کی عملی مدد کرتے ہیں بلکہ معاشرے میں باہمی اعتماد، بھائی چارے اور اتحاد کو بھی فروغ دیتے ہیں۔

تعلیم و تربیت کا عظیم سنگم رضوی درسگاہ مرکز

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز

سیتا مڑھی، پریس ریلیز، پر یہار چوک سے جانب مغرب تقریبا ساڑھے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر قائم رضوی درسگاہ مرکز، مہادے پٹی، نے تعلیم و تربیت کے میدان میں دھوم مچادی ہے، یہاں دینیات کے علاوہ ہندی انگلش حساب کا بھی نظم ہے آسمان چھوتی مہنگائی کے اس دور میں بھی معمولی فیس لے کر طلبہ اور طالبات کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جا رہا ہے جبکہ مالی اعتبار سے کمزور طلبہ اور طالبات سے کوئی بھی فیس نہیں لی جاتی ہے، یہ تعلیمی مرکز تقریبا ۱۵ سالوں سے بحسن و خوبی چل رہا ہے، اب تک سینکڑوں طلبہ اور طالبات دین کی بنیادی باتیں سیکھ کر آگے کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بڑے شہروں اور دیگر جامعات کا رخ کر چکے ہیں، واضح ہو کہ رضوی درسگاہ مرکز کے بانی حضرت مولانا محمد شفیع احمد رضوی صاحب ہیں جو بہت ہی مخلص اور ملنسار ہیں، اخلاق کے دھنی ہیں، بزرگان دین سے سچی عقیدت رکھتے ہیں، خصوصا سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر بارہاں حاضری کے لیے جاتے ہیں، سال گزشتہ ۲۵ اگست ۲۰۲۵ کو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ عمرہ کرنے کی سعادت حاصل کی، اور بارگاہ رسول میں حاضری کے شرف سے مشرف ہوئے، وہ بتاتے ہیں کہ میری خواہش رہتی ہے کہ ہر سال کسی نہ کسی بزرگ کے آستانے پر حاضر ہو کر ان سے اکتساب فیض حاصل کروں، ربیع الاول شریف کے مہینے میں گھر گھر ہری جھنڈیاں لگواتے ہیں جس سے گاؤں کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ دیگر دینی و مذہبی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش نظر آتے ہیں، گزشتہ پانچ ستمبر ۲۰۲۶ عیسوی بروز سنیچر کو یوم اساتذہ کے موقع پر رضوی درسگاہ میں ایک شاندار اور پروقار تقریب کا انعقاد کیا گیا، اس موقع پر بچوں اور بچیوں نے اساتذہ کی خدمت کو خراج تحسین پیش کیا قیمتی تحائف پیش کیے اور ان سے محبت و احترام کا اظہار کیا، ملحوظ رہے کہ رضوی درسگاہ کا وقت صبح اور شام مقرر کیا گیا ہے تاکہ اسکول میں پڑھنے والے طلباء بھی دینیات سیکھ سکیں،

رپورٹ ابو افسر مصباحی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

نیپال میں سیلاب اور موسمیاتی تبدیلی کے معاشی اثرات کا جائزہ: ۷ رکنی پارلیمانی کمیٹی تشکیل

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

ایوان نمائندگان کی مالیاتی کمیٹی نے راسووا کے سیلاب کے معیشت پر پڑنے والے اثرات اور موسمیاتی تبدیلی سے متعلق مسائل کا مطالعہ اور جائزہ لینے کے لیے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی ہے۔ یہ فیصلہ بدھ کے روز سنگھ دربار میں منعقدہ مالیاتی کمیٹی کے اجلاس میں کیا گیا۔ ایم پی سشیل کھڈکا کے تعاون سے سات رکنی ذیلی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ ذیلی کمیٹی کے ارکان میں ممبران پارلیمنٹ نریندر کمار کیرونگ پرشورام تمانگ، ڈاکٹر پشپراج کنڈیل لیما ادھیکاری پشپا چودھری اور سشانت ویدیک شامل ہیں۔ فنانس کمیٹی کے چیئرمین ڈاکٹر کرشنا بری بدھا تھوکی کے مطابق ذیلی کمیٹی کو راسووا سیلاب کے معیشت پر پڑنے والے اثرات اور موسمیاتی تبدیلی سے متعلق مسائل کا مطالعہ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ ذیلی کمیٹی کو ۱۸ ستمبر تک اپنی رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی گئی ہے

نیپال سانحہ: بجلی کا برآمدی نظام درہم برہم، بنگلہ دیش کو سپلائی مکمل بند، بھارت کو فراہمی میں کمی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

رسوا کے بھوٹے کوسی علاقے میں آنے والے شدید سیلاب سے پن بجلی کے منصوبوں کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچنے کے بعد نیپال کی بجلی برآمد کرنے کا نظام متاثر ہوا ہے۔ بنگلہ دیش کو بجلی کی برآمد مکمل طور پر روک دی گئی ہے، جبکہ بھارت کو بھیجی جانے والی بجلی میں کمی کی گئی ہے۔ بنگلہ دیش کو بجلی برآمد کرنے کے لیے معاہدے کے تحت چلمے اور تریشولی پن بجلی منصوبوں کو بھوٹے کوسی سیلاب سے نقصان پہنچا ہے۔ اس کے باعث ان منصوبوں سے پیدا ہونے والی بجلی بنگلہ دیش بھیجنا ممکن نہیں ہو پا رہا ہے۔ نیپال ان دونوں منصوبوں سے پیدا ہونے والی ۴۰ میگاواٹ بجلی بنگلہ دیش کو برآمد کرتا تھا۔ سیلاب سے بجلی کی پیداوار اور ترسیلی ڈھانچے کو نقصان پہنچنے کے بعد فی الحال یہ برآمد روک دی گئی ہے۔ نیپال کو بھارت اور بنگلہ دیش دونوں کو ملا کر تقریباً ۲۰۰،۱ میگاواٹ تک بجلی برآمد کرنے کی اجازت حاصل ہے، لیکن بھوٹے کوسی میں آنے والے سیلاب سے رسوا اور نوواکوٹ کے کئی پن بجلی منصوبوں کو نقصان پہنچا ہے۔ بجلی کی پیداوار میں کمی کے باعث نیپال کو بھارت کی جانب ہونے والی بجلی کی برآمد میں بھی کمی کرنا پڑی ہے۔ متاثرہ منصوبوں میں دوبارہ بجلی کی پیداوار شروع ہونے تک بھارت کو بجلی کی فراہمی پر بھی دباؤ برقرار رہنے کا امکان ہے۔

نیپال سانحہ: بجلی کا برآمدی نظام درہم برہم، بنگلہ دیش کو سپلائی مکمل بند، بھارت کو فراہمی میں کمی
احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو رسوا کے بھوٹے کوسی علاقے میں آنے والے شدید سیلاب سے پن بجلی کے منصوبوں کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچنے کے بعد نیپال کی بجلی برآمد کرنے کا نظام متاثر ہوا ہے۔ بنگلہ دیش کو بجلی کی برآمد مکمل طور پر روک دی گئی ہے، جبکہ بھارت کو بھیجی جانے والی بجلی میں کمی کی گئی ہے۔ بنگلہ دیش کو بجلی برآمد کرنے کے لیے معاہدے کے تحت چلمے اور تریشولی پن بجلی منصوبوں کو بھوٹے کوسی سیلاب سے نقصان پہنچا ہے۔ اس کے باعث ان منصوبوں سے پیدا ہونے والی بجلی بنگلہ دیش بھیجنا ممکن نہیں ہو پا رہا ہے۔ نیپال ان دونوں منصوبوں سے پیدا ہونے والی ۴۰ میگاواٹ بجلی بنگلہ دیش کو برآمد کرتا تھا۔ سیلاب سے بجلی کی پیداوار اور ترسیلی ڈھانچے کو نقصان پہنچنے کے بعد فی الحال یہ برآمد روک دی گئی ہے۔ نیپال کو بھارت اور بنگلہ دیش دونوں کو ملا کر تقریباً ۲۰۰،۱ میگاواٹ تک بجلی برآمد کرنے کی اجازت حاصل ہے، لیکن بھوٹے کوسی میں آنے والے سیلاب سے رسوا اور نوواکوٹ کے کئی پن بجلی منصوبوں کو نقصان پہنچا ہے۔ بجلی کی پیداوار میں کمی کے باعث نیپال کو بھارت کی جانب ہونے والی بجلی کی برآمد میں بھی کمی کرنا پڑی ہے۔ متاثرہ منصوبوں میں دوبارہ بجلی کی پیداوار شروع ہونے تک بھارت کو بجلی کی فراہمی پر بھی دباؤ برقرار رہنے کا امکان ہے۔

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز

Editorial

آزمائش کے بعد تعمیر نو کا سفر !

ایڈیٹر کے قلم سے۔۔۔۔۔

نیپال ایک بار پھر ایک سخت آزمائش سے گزر رہا ہے۔ حالیہ تباہ کن سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ نے ملک کے مختلف علاقوں میں زندگی کو شدید متاثر کیا ہے۔ بہت سے خاندان اپنے گھروں سے محروم ہوئے، سڑکیں اور پل متاثر ہوئے اور ہزاروں لوگوں کو خوراک، صاف پانی، رہائش اور دیگر بنیادی ضروریات کی ضرورت پیش آئی۔

ایسے وقت میں سب سے بڑی ضرورت سیاست، اختلاف اور ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر انسانیت اور قومی ذمہ داری کو ترجیح دینا ہے۔

یہ خوش آئند بات ہے کہ حکومت، سیکیورٹی ادارے، سماجی تنظیمیں، امدادی ادارے اور دوست ممالک متاثرین کی مدد کے لیے آگے آرہے ہیں۔ حکومت کی جانب سے متاثرہ علاقوں میں خوراک، صاف پانی، ادویات اور عارضی رہائش کی فراہمی کو ترجیح دی جارہی ہے، جبکہ تباہ شدہ سڑکوں، پلوں اور دیگر بنیادی ڈھانچے کی بحالی بھی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ تعاون کا سلسلہ چہار جانب سے جاری ہے، اور حکومت کے شائع کردہ بینک اسکینر میں جس طرح ملکی پیمانے پر تعاون کا سلسلہ جاری ہے اسی طرح بیرون ممالک سے بھی تعاون کا سلسلہ ابھی جاری ہی ہے پڑوسی ممالک میں ہندوستان بنگلا دیش پاکستان ، عرب امارات ، قطر بحرین سعودیہ ، اور یورپ ممالک نے بھرپور پیغام انسانیت دیتے ہوئے ایسے وقت میں ملک کے ساتھ تعاون کرکے نہ صرف ہمارے ملک کو تعمیر نو میں ہاتھ بٹایا ہے بلکہ ہمیں ایک عزم اور حوصلہ دیا ہے کہ اس مشکل گھڑی میں ہم ساتھ ہیں۔

لیکن حکومت کے لیے سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ صرف اعلانات کافی نہیں ہوتے۔ متاثرہ عوام کو فوری اور عملی مدد کی ضرورت ہے۔ امداد وہاں پہنچنی چاہیے جہاں واقعی ضرورت ہے۔ اس کے لیے شفافیت، دیانت داری اور منظم نظام انتہائی ضروری ہے۔

سیلاب اور قدرتی آفات کے وقت امداد کو سیاست اور تشہیر کا ذریعہ بنانا کسی بھی صورت مناسب نہیں۔ یہ وقت ایک دوسرے پر الزام لگانے کا نہیں بلکہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامنے کا ہے۔ ہر سیاسی جماعت، سماجی تنظیم، مذہبی ادارے اور عام شہری کو اپنی استطاعت کے مطابق متاثرین کی مدد کرنی چاہیے۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قدرتی آفات صرف حکومت کا امتحان نہیں ہوتیں بلکہ پورے معاشرے کا امتحان ہوتی ہیں۔ ایک ذمہ دار قوم وہی ہوتی ہے جو مشکل وقت میں کمزور اور متاثرہ لوگوں کو تنہا نہ چھوڑے۔

آج نیپال کو اتحاد، صبر اور امید کی ضرورت ہے۔ ہمیں مایوسی کے بجائے تعمیر و ترقی کی طرف دیکھنا ہوگا۔ تباہ شدہ بستیاں دوبارہ آباد ہوں گی، سڑکیں اور پل دوبارہ بنیں گے اور زندگی پھر سے معمول کی طرف آئے گی، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم سب مل کر کام کریں۔

نیپال کے حالیہ حالات ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ مصیبت کے وقت انسانیت سب سے بڑی پہچان ہے۔ سرحدیں، زبانیں، جماعتیں اور نظریات اپنی جگہ، مگر جب انسان مصیبت میں ہو تو سب سے پہلے انسانیت کا ہاتھ آگے بڑھنا چاہیے۔

نیپال اردو ٹائمز حکومت سے اپیل کرتا ہے کہ امدادی کاموں میں مزید تیزی، شفافیت اور مؤثر نگرانی کو یقینی بنایا جائے۔ ساتھ ہی تمام سیاسی و سماجی قوتوں سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس قومی آزمائش میں اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر متاثرین کی خدمت کو اپنا اولین فرض سمجھیں۔

آج ہمیں آپس میں لڑنے کی نہیں بلکہ ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینے کی ضرورت ہے، تمام سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے پر الزام تراشی سے ہٹ کر ملک کو کس طرح سنبھالا جائے نقصانات کو کس طرح سے برداشت کیا جائے اس جانب غور کریں۔

حکومت کو اس وقت ہم سب کی دعائیں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

ملی اداروں اور تنظیموں کا تعاون کیوں ضروری ہے؟

ڈاکٹر سلیم انصاری
جھاپا نیپال

کسی بھی معاشرے کی ترقی اور مضبوطی کے لیے مضبوط افراد کے ساتھ مضبوط اداروں اور تنظیموں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کوئی بھی قوم صرف انفرادی صلاحیتوں کے ذریعے دیرپا ترقی نہیں کر سکتی، بلکہ اس کے لیے ایسے اداروں کی ضرورت ہوتی ہے جو تعلیم، تربیت، سماجی خدمت، رفاہ، تحقیق، نوجوانوں کی رہنمائی اور اجتماعی مسائل کے حل کے لیے مسلسل کام کرتے رہیں۔ اسی لیے ہمیں اپنے معاشرے میں قائم ملی، تعلیمی، دینی، سماجی اور رفاہی اداروں کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے اور ان کے ساتھ اپنی استطاعت کے مطابق تعاون کرنا چاہیے۔

یہ بات بھی حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی بھی ادارہ مکمل نہیں ہوتا۔ ہر ادارے میں کسی نہ کسی شکل میں کمی، کمزوری یا انتظامی خامی ہو سکتی ہے۔ کہیں منصوبہ بندی کمزور ہو سکتی ہے، کہیں وسائل کی کمی ہو سکتی ہے، کہیں انتظامی معاملات میں بہتری کی ضرورت ہو سکتی ہے، کہیں جدید تقاضوں کے مطابق تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو سکتی ہے اور کہیں افراد کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کسی ادارے سے یہ توقع رکھنا کہ اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی، ایک غیر حقیقی توقع ہے۔ ادارے انسان چلاتے ہیں اور انسان خطا سے پاک نہیں ہوتے۔ اس لیے ہر ادارے میں اصلاح اور بہتری کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے۔

لیکن کسی ادارے کی خامیوں کو دیکھ کر اس کے ہر اچھے کام کو نظر انداز کر دینا بھی مناسب رویہ نہیں ہے۔ ہمیں یہ فرق سمجھنا چاہیے کہ کسی ادارے میں اصلاح کی ضرورت ہونا اور اس ادارے کے ہر کام کو غلط سمجھنا دو الگ باتیں ہیں۔ اگر کسی ادارے میں کئی اچھے کام ہو رہے ہوں اور بعض معاملات میں کمزوری ہو تو ہمیں اس کمزوری کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن اس بنیاد پر ادارے کے تمام مثبت کاموں سے خود کو الگ کر لینا دانش مندی نہیں۔ ہمیں اداروں کو کمزور کرنے کے بجائے ان کی اصلاح اور مضبوطی میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

یہاں ایک اہم بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کسی ملی یا سماجی ادارے سے باضابطہ طور پر جڑنا، اس کی رکنیت لینا یا اس کے عہدے دار بننا ہر شخص کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ہر شخص کی اپنی مصروفیات، اپنی ترجیحات اور اپنی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ کوئی شخص کسی ادارے کا رکن یا عہدیدار بنے بغیر بھی اس کے اچھے کاموں میں تعاون کر سکتا ہے۔ اگر کوئی ادارہ تعلیم، رفاہ، غریبوں کی مدد، یتیموں کی کفالت، نوجوانوں کی تربیت، خواتین کی تعلیم، سماجی اصلاح یا کسی دوسرے مفید شعبے میں کام کر رہا ہے تو ہم اس کے ساتھ مالی، اخلاقی، علمی یا عملی تعاون کر سکتے ہیں، چاہے ہم اس ادارے کے باقاعدہ رکن نہ ہوں۔

درحقیقت ہمیں وابستگی اور تعاون کے درمیان فرق سمجھنا چاہیے۔ وابستگی کا مطلب کسی ادارے کے نظام کا باقاعدہ حصہ بننا ہے، جبکہ تعاون کا مطلب کسی اچھے اور مفید کام میں اپنی استطاعت کے مطابق حصہ ڈالنا ہے۔ ہر شخص کے لیے باقاعدہ وابستگی ممکن نہیں، لیکن خیر کے کام میں تعاون تقریباً ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق کر سکتا ہے۔ کوئی مالی تعاون کر سکتا ہے، کوئی وقت دے سکتا ہے، کوئی اپنی مہارت پیش کر سکتا ہے، کوئی کسی مستحق کو ادارے تک پہنچا سکتا ہے، کوئی ادارے کے مثبت کام کو لوگوں تک پہنچا سکتا ہے اور کوئی کسی منصوبے کے لیے مشورہ یا فنی مدد فراہم کر سکتا ہے۔

قرآن کریم ہمیں نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی تعلیم دیتا ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ۔ اس تعلیم کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں خیر اور بھلائی کا کام ہو، وہاں انسان اپنی استطاعت کے مطابق اس کا ساتھ دے۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہم اس ادارے کے ہر فرد، ہر فیصلے یا ہر طریقۂ کار سے متفق ہوں۔ ہم کسی ادارے کے بعض معاملات سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی اس کے اچھے اور خیر کے کاموں میں تعاون کر سکتے ہیں۔

لیکن یہ ذمہ داری صرف افراد کی نہیں، اداروں کی بھی ہے۔ جس طرح افراد کو اداروں سے اوپر اٹھ کر خیر کے کاموں میں تعاون کرنا چاہیے، اسی طرح اداروں کو بھی اپنے ادارہ جاتی دائرے، گروہی وابستگی اور محدود حلقۂ اثر سے اوپر اٹھ کر کام کرنا چاہیے۔ کسی ادارے کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف وہی لوگ ہمارے اپنے ہیں جو ہماری تنظیم، ہمارے گروپ یا ہماری مجلس سے وابستہ ہیں۔ معاشرے میں جو بھی شخص مفید، باصلاحیت، مخلص اور خدمت کا جذبہ رکھنے والا ہے، اسے قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور اس کی صلاحیت سے استفادہ کرنا چاہیے۔

صلاحیت کسی ایک ادارے کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص تعلیم کے میدان میں ماہر ہے، کوئی تحقیق میں مہارت رکھتا ہے، کوئی میڈیا اور ابلاغ کو سمجھتا ہے، کوئی ٹیکنالوجی کا ماہر ہے، کوئی انتظامی صلاحیت رکھتا ہے، کوئی قانونی امور جانتا ہے، کوئی معاشی منصوبہ بندی کر سکتا ہے اور کوئی نوجوانوں کو منظم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو ایسے افراد کو صرف اس لیے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ہمارے ادارے کے رکن نہیں ہیں۔ اگر ان کی صلاحیت خیر کے کسی کام میں استعمال ہو سکتی ہے تو انہیں ساتھ جوڑنا چاہیے۔

اداروں کو یہ سوچ پیدا کرنی چاہیے کہ ہر باصلاحیت اور مفید شخص ہمارے لیے ایک ممکنہ اثاثہ ہے، حریف نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے ادارے سے وابستہ ہے لیکن اس کی صلاحیت کسی مشترکہ ملی یا سماجی مقصد کے لیے استعمال ہو سکتی ہے تو اس سے بھی تعاون اور استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر قابل شخص ہمارے ادارے کا رکن بنے۔ کبھی صرف اس کی علمی رائے کافی ہوتی ہے، کبھی اس کا ایک مشورہ کسی منصوبے کو بہتر بنا سکتا ہے، کبھی اس کی مہارت کسی کام کو نئی سمت دے سکتی ہے اور کبھی اس کا تجربہ پوری نسل کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

ہمیں اداروں میں "اپنے لوگ" اور "باہر کے لوگ" کی تقسیم کو کم کرنا ہوگا۔ اگر کوئی شخص خیر کے کام میں مدد کر سکتا ہے تو اس کا خیر کے کام میں خیر مقدم ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ کسی خاص گروہ، تنظیم، مسلک، ادارے یا حلقے سے وابستہ ہو۔ اجتماعی کام کا معیار یہ ہونا چاہیے کہ کون شخص کس خیر کے کام میں کیا مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔

اسی طرح کسی ادارے کو صرف اس خوف سے کسی باصلاحیت شخص کو آگے آنے سے نہیں روکنا چاہیے کہ کہیں وہ مستقبل میں زیادہ نمایاں نہ ہو جائے۔ ادارے افراد کو دبانے سے مضبوط نہیں ہوتے، بلکہ صلاحیتوں کو سامنے لانے سے مضبوط ہوتے ہیں۔ اگر ایک شخص ادارے سے بہتر کام کر سکتا ہے تو اس کی صلاحیت سے فائدہ اٹھانا ادارے کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی دور اندیشی ہے۔ ایک اچھا ادارہ وہ ہے جو اپنے بعد بھی باصلاحیت افراد کی ایک مضبوط نسل تیار کرے۔

بدقسمتی سے ہمارے اجتماعی ماحول میں کبھی کبھی شخصی پسند و ناپسند، گروہی وابستگی اور باہمی اختلافات صلاحیتوں پر غالب آجاتے ہیں۔ کسی شخص کو اس لیے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ وہ ہمارے حلقے سے تعلق نہیں رکھتا، کسی کو اس لیے موقع نہیں دیا جاتا کہ اس کی رائے مختلف ہے، اور کسی کی صلاحیت اس لیے استعمال نہیں کی جاتی کہ وہ کسی دوسرے ادارے کے ساتھ بھی کام کر رہا ہے۔ یہ رویہ اجتماعی نقصان کا سبب بنتا ہے۔ ہمیں اس ذہنیت سے اوپر اٹھنا ہوگا۔

ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ قوم کا ہر قابل شخص پوری قوم کا اثاثہ ہے۔ کسی ایک ادارے، تنظیم یا گروہ کا نہیں۔ اگر کسی نوجوان میں غیر معمولی صلاحیت ہے تو اس کی صلاحیت سے پورا معاشرہ فائدہ اٹھائے۔ اگر کوئی عالم اچھا محقق ہے تو اسے تحقیق کے میدان میں موقع ملے۔ اگر کوئی استاد بہترین تعلیمی صلاحیت رکھتا ہے تو اس سے استفادہ کیا جائے۔ اگر کوئی نوجوان ڈیجیٹل میڈیا سمجھتا ہے تو اسے مثبت دعوت، تعلیم اور سماجی خدمت کے کام میں استعمال کیا جائے۔ اگر کوئی ماہر بیرونِ ملک یا کسی دوسرے شعبے میں تجربہ رکھتا ہے تو اس تجربے کو اپنے معاشرے کی ترقی کے لیے استعمال کیا جائے۔

اسی طرح افراد کو بھی اداروں کے ساتھ تعاون کرتے وقت یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ادارہ مکمل طور پر ہماری مرضی کے مطابق ہو۔ اگر ادارے میں خیر کا پہلو موجود ہے تو اس خیر میں اپنا حصہ ڈالنا چاہیے۔ اختلاف ہو تو اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ کسی ادارے کی کمزوری ہمیں اس کے تمام اچھے کاموں سے دور نہ کرے اور کسی ادارے کی خوبی ہمیں اس کی ہر خامی کو نظر انداز کرنے پر مجبور نہ کرے۔

ہمیں ایک ایسا اجتماعی ماحول بنانا ہوگا جہاں افراد اداروں کا تعاون کریں اور ادارے افراد کی صلاحیتوں کا احترام اور اعتراف کریں۔ افراد اداروں سے اوپر اٹھ کر خیر کو دیکھیں اور ادارے بھی اپنے مفاد اور محدود دائرے سے اوپر اٹھ کر ملت اور معاشرے کے مفاد کو دیکھیں۔ یہی رویہ اجتماعی طاقت پیدا کرتا ہے۔

اداروں کو مضبوط کرنے کے لیے صرف پیسہ ہی ضروری نہیں ہوتا۔ کسی ادارے کو تعاون دینے کے بہت سے طریقے ہیں۔ کوئی شخص مالی تعاون کر سکتا ہے، کوئی اپنی علمی صلاحیت دے سکتا ہے، کوئی تدریس میں مدد کر سکتا ہے، کوئی ترجمہ اور تحریر کا کام کر سکتا ہے، کوئی قانونی رہنمائی دے سکتا ہے، کوئی میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے ادارے کے مثبت کاموں کو لوگوں تک پہنچا سکتا ہے، کوئی انتظامی صلاحیت استعمال کر سکتا ہے اور کوئی صرف اپنا وقت دے کر رضاکارانہ خدمت انجام دے سکتا ہے۔ اسی طرح ادارے بھی اپنے دروازے مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد کے لیے کھلے رکھیں اور ان کی مہارتوں سے مناسب طریقے سے فائدہ اٹھائیں۔

ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ تنقید اور تعاون ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔ ایک ادارے سے تعاون کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی ہر خامی پر خاموش رہا جائے۔ اگر کہیں اصلاح کی ضرورت ہے تو اصلاح کی بات ضرور ہونی چاہیے، لیکن انداز اصلاحی اور خیر خواہانہ ہونا چاہیے۔ تنقید کا مقصد ادارے کو گرانا نہیں بلکہ بہتر بنانا ہونا چاہیے۔ اسی طرح ادارے کو بھی تعمیری تنقید کرنے والے شخص کو دشمن سمجھنے کے بجائے اس کی بات پر غور کرنا چاہیے۔

ہمیں اداروں کے درمیان بھی تعاون کو فروغ دینا چاہیے۔ ایک ادارہ تعلیم کے میدان میں بہتر کام کر سکتا ہے، دوسرا رفاہی خدمات میں، تیسرا نوجوانوں کے میدان میں اور چوتھا تحقیق یا میڈیا کے میدان میں۔ اگر یہ ادارے ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں اور جہاں ممکن ہو مشترکہ منصوبوں پر کام کریں تو محدود وسائل کے باوجود بڑے نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ہر ادارے کا دوسرے ادارے سے مقابلہ کرنا ضروری نہیں؛ بعض اوقات تعاون مقابلے سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔

ہمیں سوشل میڈیا کے دور میں بھی اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیے۔ اگر کوئی ملی یا سماجی ادارہ اچھا کام کر رہا ہے تو اس کے مثبت کام کو دوسروں تک پہنچانا بھی تعاون کی ایک شکل ہے۔ آج ایک شخص اپنے موبائل فون کے ذریعے کسی اچھے منصوبے کو ہزاروں لوگوں تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم غیر ضروری الزام تراشی، افواہوں اور شخصی حملوں سے بچیں۔ اگر کسی ادارے کے بارے میں کوئی شکایت ہو تو پہلے حقیقت معلوم کی جائے اور پھر ذمہ دارانہ انداز میں بات کی جائے۔

اصل ضرورت ہمیں اپنے اندر ادارہ سازی اور اجتماعی سوچ پیدا کرنے کی ہے۔ ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ہر کام کوئی دوسرا شخص کرے۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ میں اس کام میں اپنا کیا حصہ ڈال سکتا ہوں۔ اسی طرح اداروں کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ میرے ادارے کے باہر کون کون سے باصلاحیت لوگ موجود ہیں جن کی صلاحیت سے اجتماعی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

آخر میں ہمیں ایک متوازن اور وسیع القلب اجتماعی رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ نہ اندھی حمایت، نہ اندھی مخالفت؛ نہ ہر خامی کو نظر انداز کرنا، نہ ہر خامی کی وجہ سے پورے ادارے کو مسترد کرنا؛ نہ افراد کو اداروں سے بالاتر سمجھنا، نہ اداروں کو افراد کی صلاحیتوں سے بے نیاز سمجھنا۔ جہاں خیر ہے وہاں تعاون، جہاں کمی ہے وہاں اصلاح، جہاں اختلاف ہے وہاں حکمت، جہاں صلاحیت ہے وہاں اس سے استفادہ، اور جہاں ضرورت ہے وہاں اپنی استطاعت کے مطابق عملی خدمت ــــ یہی ایک صحت مند اجتماعی رویہ ہے۔

کوئی ادارہ کامل نہیں ہوتا، لیکن ہر اچھے ادارے کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ کسی ادارے سے باضابطہ طور پر جڑنا ہر شخص کے لیے ضروری نہیں، لیکن اس کے خیر کے کاموں میں تعاون کرنا ضرور ممکن ہے۔ اسی طرح کسی ادارے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہر باصلاحیت شخص اس کا باقاعدہ رکن ہو۔ ضروری یہ ہے کہ ادارہ اپنی وسعتِ نظر کے ساتھ ہر مفید اور اہل شخص کی صلاحیت کو قوم و معاشرے کے لیے استعمال کرے اور اسے اپنا اثاثہ سمجھے۔

ہمیں اداروں کو توڑنے والی نہیں، ادارے بنانے والی سوچ چاہیے۔ ہمیں افراد کو تقسیم کرنے والی نہیں، صلاحیتوں کو جوڑنے والی قیادت چاہیے۔ ہمیں اپنے ادارے سے اوپر اٹھ کر ملت کو دیکھنا ہوگا، اور اپنی ذات و گروہ سے اوپر اٹھ کر خیر کو دیکھنا ہوگا۔

اگر ہم یہ مزاج پیدا کر لیں کہ فرد ادارے کے اچھے کام میں تعاون کرے، ادارہ فرد کی صلاحیت کا احترام کرے، ادارے ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں اور سب مل کر خیر کے کام کو آگے بڑھائیں تو ہمارے اجتماعی مسائل کا حل بھی آسان ہوگا اور ہماری آنے والی نسلوں کے لیے ایک مضبوط بنیاد بھی تیار ہوگی۔

ملی ادارے ہمارے اجتماعی اثاثے ہیں۔ ان کی اصلاح بھی ہماری ذمہ داری ہے اور ان کے خیر کے کاموں میں تعاون بھی۔ ضروری نہیں کہ ہم ہر ادارے کے رکن بنیں؛ ضروری یہ ہے کہ جہاں خیر کا کام ہو، وہاں ہم خیر کے کام میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں۔ اور ضروری نہیں کہ ہر باصلاحیت شخص ہمارے ادارے کا حصہ بنے؛ ضروری یہ ہے کہ ہم اس کی صلاحیت کو قوم و معاشرے کا اثاثہ سمجھ کر اس سے استفادہ کریں۔ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ

سیلاب متاثرین کی امداد کے لیے علما فاؤنڈیشن کا اہم قدم

پریس ریلیز نیپال اردو ٹائمز

الحمد للہ! آج علما فاؤنڈیشن نیپال یونٹ کپلوستو کی جانب سے سیلاب متاثرین کی امداد کے لیے پردھان منتری راحت کوس میں ۱،۰۱،۵۰۲ (ایک لاکھ ایک ہزار پانچ سو دو روپے) جمع کرائے گئے، جس کی باقاعدہ رسید حاصل کرکے متعلقہ حکام کے حوالے کی گئی۔ اس موقع پر علما فاؤنڈیشن ضلع کپلوستو کے صدر جناب صدام حسین منصوری صاحب، وارڈ نمبر ۵ کے پردھان جناب انور محمد مسلمان جی، خلیفہ انیس ملت مولانا عبد القیوم صاحب اور ضلعی سیکریٹری حافظ احمد یار خاں صاحب نے کپلوستو کے CDO صاحب سے ملاقات کرکے امدادی رقم کی رسید ان کے حوالے کی۔ یہ اقدام اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ علما فاؤنڈیشن نیپال یونٹ کپلوستو قدرتی آفت کی اس گھڑی میں متاثرین کے دکھ درد میں برابر کی شریک ہے اور انسانی خدمت کو اپنا دینی و اخلاقی فریضہ سمجھتی ہے۔ ہم ان تمام علماء کرام، ائمہ مساجد، مدارس، کمیٹی اراکین اور مخیر حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس نیک مقصد میں اپنا تعاون پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ تمام معاونین کے مال و جان میں برکت عطا فرمائے، سیلاب متاثرین کی مشکلات کو آسان فرمائے اور ہمارے اس معمولی تعاون کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔ علما فاؤنڈیشن نیپال یونٹ کپلوستو

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

جمعہ بھی نہیں پڑھتا تو لوگ کیا کہتے !!

تحریر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاوید بھارتی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور ان میں جمعہ کی نماز کو ایک خاص اہمیت عطا فرمائی ہے۔ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہے۔ اس دن مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، قرآن و حدیث کی تعلیمات سنتے ہیں اور آپس میں بھائی چارے اور محبت کے جذبات کو فروغ دیتے ہیں۔

آج کے دور میں بعض لوگ دنیاوی مصروفیات، کاروبار، سستی یا غفلت کی وجہ سے نمازِ جمعہ ادا نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں معاشرے میں مختلف قسم کی باتیں کی جاتی ہیں۔ لوگ ان کے کردار، مذہبی وابستگی اور دینی شعور کے بارے میں طرح طرح کے خیالات رکھتے ہیں۔ اس عنوان کے تحت ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ جمعہ کی نماز کی اہمیت کیا ہے اور اگر کوئی شخص جمعہ بھی نہیں پڑھتا تو لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

جمعہ کی نماز کی اہمیت

جمعہ اسلام کے عظیم شعائر میں سے ایک ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز محض ایک رسم نہیں بلکہ ایک اہم دینی فریضہ ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے بھی جمعہ کی نماز کی پابندی کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بلا عذر مسلسل جمعہ ترک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

جمعہ کی نماز صرف عبادت نہیں بلکہ مسلمانوں کے اتحاد، اخوت اور اجتماعی شعور کی علامت بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اس کی غیر معمولی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

معاشرے کی رائے

ہمارا معاشرہ مذہبی اقدار کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ جب لوگ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص جمعہ جیسی اہم نماز بھی ادا نہیں کرتا تو وہ اس کے بارے میں مختلف آراء قائم کرتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا شخص دین سے دور ہو گیا ہے۔ کچھ لوگ اسے دنیا کی محبت میں گرفتار سمجھتے ہیں جبکہ بعض لوگ اسے سست اور غافل قرار دیتے ہیں۔ معاشرے میں انسان کی شناخت صرف اس کے لباس یا گفتگو سے نہیں بلکہ اس کے اعمال سے بھی ہوتی ہے۔ نماز، خصوصاً جمعہ کی نماز، ایک مسلمان کی دینی شناخت کا اہم حصہ ہے۔

اکثر بزرگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن بھی مسجد نہ جائے، اسے اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ لوگ ایسے افراد کو نصیحت بھی کرتے ہیں اور انہیں نماز کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لوگوں کے تبصرے

جب کوئی شخص جمعہ نہیں پڑھتا تو لوگ مختلف انداز میں تبصرہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر: یہ شخص دین سے بے پرواہ ہو گیا ہے۔

اسے دنیا کے کاموں سے فرصت نہیں۔

شاید اسے نماز کی اہمیت کا اندازہ نہیں۔

یہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہے۔

اگر جمعہ بھی نہیں پڑھتا تو باقی نمازوں کا کیا حال ہو گا؟

اگرچہ ہر انسان کو دوسرے کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق نہیں، لیکن معاشرے میں اس قسم کی باتیں عام طور پر سننے کو ملتی ہیں۔

نوجوان نسل اور غفلت

آج کی نوجوان نسل موبائل فون، سوشل میڈیا، تعلیم اور روزگار کی دوڑ میں اتنی مصروف ہو گئی ہے کہ بعض اوقات دینی فرائض کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ بہت سے نوجوان جمعہ کے وقت بھی بازاروں، دکانوں اور تفریحی مقامات پر نظر آتے ہیں۔

یہ صورتِ حال تشویشناک ہے، کیونکہ نوجوان کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اگر نوجوان نسل نماز سے دور ہو جائے تو معاشرے کی دینی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ والدین، اساتذہ اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوانوں کو نماز اور خصوصاً جمعہ کی اہمیت سے آگاہ کریں۔

کاروبار اور دنیاوی مصروفیات

بعض لوگ کاروبار اور ملازمت کے دباؤ کی وجہ سے جمعہ کی نماز ترک کر دیتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کچھ دیر کے لیے کام چھوڑ دیا تو نقصان ہو جائے گا۔ حالانکہ اسلام نے واضح طور پر حکم دیا ہے کہ جمعہ کے وقت خرید و فروخت ترک کر کے نماز ادا کی جائے۔

رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جو شخص اللہ کے حکم کو پورا کرتا ہے، اللہ اس کے رزق میں برکت عطا فرماتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے دین کو ترجیح دی، اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی عطا کی۔

دوسروں پر تنقید سے بچنا

اگرچہ جمعہ نہ پڑھنے والے شخص کے بارے میں لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں، لیکن اسلام ہمیں دوسروں کے بارے میں بدگمانی اور سخت فیصلے کرنے سے بھی روکتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی مجبوری ہو، بیماری ہو یا کوئی ایسا عذر ہو جس کا ہمیں علم نہ ہو۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ کسی پر تنقید کرنے کے بجائے محبت، حکمت اور نرمی کے ساتھ اسے نماز کی طرف بلائیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیشہ آسانی، شفقت اور حسنِ اخلاق کا درس دیا ہے۔

جمعہ ترک کرنے کے نقصانات

جو شخص بار بار جمعہ کی نماز چھوڑ دیتا ہے، اسے بہت سے روحانی اور سماجی نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق کمزور ہونے لگتا ہے۔ دل میں سختی پیدا ہو جاتی ہے اور عبادت کی رغبت ختم ہونے لگتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ مسجد کے ماحول، دینی تعلیمات اور مسلمانوں کی اجتماعیت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

سماجی طور پر بھی لوگ اس کے بارے میں منفی رائے قائم کر لیتے ہیں۔ اس کی عزت اور ساکھ متاثر ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ جمعہ کی نماز کی پابندی کرے۔

اصلاح کی ضرورت

اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز نہیں پڑھتا تو اس کی اصلاح ضروری ہے۔ یہ اصلاح سختی، نفرت اور طعن و تشنیع سے نہیں بلکہ محبت، نصیحت اور اچھی مثال کے ذریعے ہونی چاہیے۔

والدین اپنے بچوں کو بچپن ہی سے نماز کی عادت ڈالیں۔ اساتذہ اپنے شاگردوں کو نماز کی اہمیت سمجھائیں اور علماء اپنے خطبات میں جمعہ کی فضیلت بیان کریں۔ جب پورا معاشرہ اس مقصد کے لیے کوشش کرے گا تو یقیناً مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔

نتیجہ

جمعہ کی نماز اسلام کے اہم ترین شعائر میں سے ایک ہے۔ جو شخص جمعہ کی نماز ادا نہیں کرتا، لوگ اس کے بارے میں مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں اور اسے دین سے دور سمجھتے ہیں۔ تاہم، کسی کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی نمازِ جمعہ کی پابندی کریں اور دوسروں کو بھی محبت اور حکمت کے ساتھ اس کی ترغیب دیں۔

ایک مسلمان کی اصل کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے، اور اللہ کی رضا اسی میں ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جائے۔ جمعہ کی نماز نہ صرف ایک فرض عبادت ہے بلکہ مسلمانوں کے اتحاد، بھائی چارے اور دینی شناخت کی علامت بھی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس عظیم عبادت کی قدر کرے اور اسے اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنائے۔

افسوس صد افسوس ہمارا حال کیا ہے جمعہ کے دن عصر سے لے کر پورا ہفتہ یعنی جمعرات کی نماز عشاء تک بلکہ جمعہ کے دن فجر میں بھی غائب،، اور جب جمعہ کی اذان ہوئی تو ہم اچھے اچھے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر بالکل اگلی صف میں جا کر بیٹھ گئے امام صاحب کی بھی نظر پڑی نماز جمعہ کے بعد امام نے ہم سے پوچھا آپ ایک ہفتے تک مسجد میں نہیں

ائے ایک وقت کی بھی نمازیں ادا نہیں کی پھر آج اتنا سج دھج کر صف اول میں اکر کیسے بیٹھ گئے کیا باقی سارے دن کی نمازیں معاف ہیں؟ ہم نے کہا امام صاحب آپ اصل میں بات نہیں سمجھ پا رہے ہیں تو امام صاحب نے کہا کہ وہی تو میں کوشش کر رہا ہوں یہ جاننے کی آخر کیا وجہ ہے کہ اپ ایک ہفتے تک نہیں ائے اور آج ائے تو اپ مجھے سمجھا دیں کہ آخر ایسا کیوں کیا صرف جمعہ پڑھ لینا ہی کافی ہے میں جاننا چاہتا ہوں پھر ہم نے کہا امام صاحب آپ سمجھ نہیں رہے ہیں تو یہ امام صاحب نے پھر کہا کہ اپ سمجھائیں مجھے میں وہی تو جاننا چاہ رہا ہوں کہ ایک ایک ہفتہ تک مسجد سے دور رہنا نمازوں سے دور رہنا اور جمعہ کے لیے اکر اگلی صف میں بیٹھ جانا آپ کی کیا وجہ ہے تو ہم چاروں طرف سے پھرتے گئے ہمارے پاس امام صاحب کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا تو آخر میں ہم نے یہی کہا کہ امام صاحب اپ یہ نہیں سمجھ رہے ہیں کہ اج جمعہ کا دن ہے اگر اج بھی ہم نہیں اتے مسجد میں اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے تو گاؤں سماج معاشرہ اور سوسائٹی کے لوگ کیا کہتے ہیں کہ تم نے جمعہ تک نہیں پڑھا تب امام صاحب نے کہا ہاں اب میں سمجھ گیا آج بھی آپ مسجد میں ائے ہیں تو اللہ کے خوف سے نہیں بلکہ سماج معاشرے اور سوسائٹی میں عزت بنانے کے لیے رسوا ہونے سے بچنے کے لیے آپ آئے ہیں افسوس آپ کے سینے میں آپ کے دل و دماغ میں سماج، معاشرے میں رسوائی کا جتنا ڈر، خوف اور فکر ہے اتنا ہی خوف اللہ کا ہوتا تو آپ صرف جمعہ جمعہ نہیں بلکہ نماز پنجگانہ کے پابند ہوتے،، یاد رکھیں اللہ دلوں کا حال بھی جانتا ہے وہ ایسا سمیع و بصیر ہے کہ کالی رات میں بھی کالے پہاڑ کے کالے پتھر پر کالی چیونٹی کے چلنے کی آواز کو سنتا بھی ہے اور اسے دیکھتا بھی ہے آٹھ دن میں دو رکعت پڑھ بھاگنے والوں آخر کون تمہارا مددگار ہے؟ کون زندگی اور موت کا مالک ہے؟ کون بیماری اور شفا کا مالک ہے؟ سینے پر ہاتھ رکھ کر غور کریں ایک دن آنکھیں بند ہو جائیں گی، سانسیں تھم جائیں گی بس کھوکھلا جسم رہ جائے گا اور روح نکل جائے گی اور لوگ کاندھے پر اٹھائیں گے اور دو گز کے گڈھے میں دفن کر کے واپس آجائیں گے۔

جاوید اختر بھارتی (سابق سکریٹری یوپی بنکر

مسلمان اور حب الوطن

محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی
نائب ایڈیٹر ادارہ ھذا

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

"إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ". (آل عمران: ١٩) بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام پیارا مذہب ہے۔

اسلام ایک ایسا کامل اور جامع دین ہے جو انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے جہاں انسان کو اپنے رب سے تعلق مضبوط کرنے، ایمان و عقیدے کی حفاظت، فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حلال و حرام کی تمیز کا حکم دیا ہے، وہیں انسان کو اپنے معاشرے، اہلِ وطن اور اپنے ملک کے امن و سلامتی کے حوالے سے بھی ذمہ دار بنایا ہے۔

وطن سے محبت انسان کی فطرت میں شامل ایک پاکیزہ جذبہ ہے۔ انسان جس سرزمین پر پیدا ہوتا ہے، جہاں اس کا بچپن گزرتا ہے، جہاں اس کے عزیز و اقارب، دوست احباب اور یادیں وابستہ ہوتی ہیں، اس سرزمین سے محبت ہونا ایک طبعی امر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو بھی اپنے وطنِ عزیز مکہ مکرمہ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت پر مجبور کیا گیا تو آپ ﷺ نے مکہ سے خطاب کرتے ہوئے اس کی محبت اور عظمت کا اظہار فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن سے محبت انسانی فطرت کے خلاف نہیں بلکہ ایک فطری اور جائز جذبہ ہے۔

اسی طرح ایک مشہور قول "حب الوطن من الإيمان" یعنی وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اس سے عیاں ہے کہ ایک مسلمان اپنے وطن کے ساتھ وفاداری، خیر خواہی، امن پسندی اور بھلائی کے جذبے کے ساتھ زندگی گزارے۔

اسلام کسی مسلمان کو صرف اپنے ذاتی مفاد تک محدود نہیں کرتا، بلکہ اسے دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ"۔ یعنی جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (صحیح البخاري: كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم (حدیث نمبر: ۵۹۹۷ اور ۶۰۷۶(

ایک مسلمان کے لیے انسانیت کی خدمت، مصیبت زدہ لوگوں کی مدد اور ضرورت مندوں کا سہارا بننا اسلامی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔ یہی وہ خوبصورت کردار ہے جس کے ذریعے مسلمان اپنے وطن اور معاشرے کے لیے حقیقی سرمایہ بن سکتا ہے۔

ملکِ عزیز نیپال میں آنے والے حالیہ تباہ کن سیلاب نے بھی بہت سے لوگوں کو شدید مشکلات سے دوچار کیا۔ ایسے نازک وقت میں متاثرین تک کھانے پینے کی اشیاء، لباس، رہائش اور دیگر ضروری سامان پہنچانا، بیماروں اور زخمیوں کی مدد کرنا، بے گھر افراد کو سہارا دینا اور متاثرہ خاندانوں کے دکھ درد میں شریک ہونا ایک مسلمان کی بہترین قومی و انسانی ذمہ داری تھی، جسے ملکِ عزیز کے مسلمانوں نے بلا تفریقِ مذہب سیلاب زدگان کی بھرپور امداد کی اور خوراک، لباس اور رہائش کی ضروری اشیاء فراہم کیں۔ یہ عملی خدمت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک مسلمان اپنے وطن اور معاشرے کے لیے دل و جان اور مال سے مثبت کردار ادا کرتا ہے۔

اسی طرح وطن سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہر شہری اپنے علم، صلاحیت، وقت اور وسائل کو ملک کی ترقی، امن اور خوش حالی کے لیے استعمال کرے، قانون کی پابندی کرے، قومی املاک کی حفاظت کرے، کرپشن و جرائم سے اجتناب کرے اور ضرورت مندوں کی مدد کرے۔

آج کل سوشل میڈیا پر بعض نوجوان بغض و نفرت، فتنہ و فساد اور باہمی اختلاف کو فروغ دے رہے ہیں، جو معاشرے کے امن و اتحاد کے لیے نہایت تشویش ناک امر ہے۔ ایسے منفی رجحانات کی روک تھام کے لیے معاشرے کے ذمہ دار افراد کو بروقت اور مؤثر کردار ادا کرنا ہو گا، ورنہ یہ شر پسندانہ رویے ملک کے امن و سلامتی، باہمی رواداری اور اتحاد و اتفاق کو شدید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اسی طرح ایسے عناصر سے بھی دور رہنا چاہیے جو ملک کے امن و سلامتی کے لیے نقصان دہ سرگرمیوں، دہشت گردی یا تشدد میں ملوث ہوں۔ اگر کسی فرد یا گروہ کی ایسی سرگرمیاں علم میں آئیں تو قانون کو ہاتھ میں لینے کے بجائے متعلقہ حکام کو بروقت اطلاع دی جائے اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ کیا جائے، تاکہ ملک کے امن و سلامتی اور مقدس مقامات کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔

اب ایسے عالم میں والدین، علما، اساتذہ اور معاشرے کے ذمہ دار افراد کی ذمہ داری ہے کہ نئی نسل میں دیانت داری، محنت، رواداری، قانون پسندی اور خدمتِ انسانیت کے جذبات پیدا کریں۔ کیونکہ حقیقی حب الوطنی نعروں سے نہیں، بلکہ کردار، خدمت اور عملی ذمہ داری سے ثابت ہوتی ہے۔

انسانیت کا حقیقی ہمدرد: ایڈیٹر دلشاد ایس خان غریبوں اور صحافیوں کے لیے ایک مضبوط آواز

تمام مذاہب کے احترام کی علامت اور بے خوف صحافت کی روشن مثال۔ 'ممبئ ہلچل'

مدھوبنی محمد سالم آزاد

"دلشاد ایس خان مہاراشٹر میں صحافت اور سماجی خدمت کے میدان میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ ایک ہمہ جہتی شخصیت ہیں جنہوں نے نہ صرف صحافت کا معیار بلند کیا ہے بلکہ معاشرے کے ہر طبقے کے لیے انصاف اور احترام کے لیے بھی جدوجہد کی ہے۔ ہندی روزنامہ 'ممبئ ہلچل' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے، انھوں نے ہمیشہ غیر جانبداری اور عوامی حقوق کے لیے صحافیوں کو ترجیح دی ہے۔ ایس خان نہ صرف ایک ایڈیٹر ہیں بلکہ سماجی کارکنوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کے صف اول کے رہنما بھی ہیں، صحافیوں کے مفادات کا تحفظ اور معاشرے میں ان کی آواز بلند کرنا ان کی زندگی کا مرکزی مقصد رہا ہے۔" جب بھی کسی بے سہارا، غریب یا کمزور شخص کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے تو 'ممبئ ہلچل' ان کی ڈھال بن کر کھڑی ہوتی ہے۔ عظیم مردوں کے

لیے مذہبی مساوات اور احترام دلشاد ایس خان تمام مذاہب کے احترام کی حقیقی علامت ہے۔ وہ تمام مذاہب، معاشروں اور ان کے عظیم آدمیوں کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتا ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کا بھی بے پناہ احترام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے کا ہر طبقہ انہیں اپنا حقیقی خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتا ہے۔ وہ عوام کی آواز حکومت اور انتظامیہ تک پہنچاتا ہے۔ وہ اپنی تحریروں اور اخبار کے ذریعے معاشرے کی دبی ہوئی آوازوں کو حکومت اور انتظامیہ کی راہداریوں تک پہنچاتے ہیں۔ وہ نہ صرف مسائل کو اٹھاتا ہے بلکہ انتظامی سطح پر ان کے مناسب حل کو یقینی بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

انسانیت کا یہ جذبہ اسے دوسروں سے مختلف اور بہت خاص بناتا ہے۔ 'ممبئ ہلچل' دلشاد ایس کو دل سے سلام۔ خان کی بے لوث خدمات، ان کی والدہ کے احسانات اور ان کی خوبصورت کاوش 'ممبئ ہلچل' کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے، کچھ سطریں بالکل فٹ ہیں: ممبئ ہلچل، ہم آپ کو دل سے سلام کرتے ہیں، آپ کا پیغام پوری دنیا سے ہم تک پہنچ رہا ہے۔ دلشاد خان نے آپ کو ایک خوبصورت نام 'ممبئ ہلچل' دیا ہے، ان کا نام ماں کے آشیرواد سے پورے ملک میں گونج رہا ہے۔

۔۔ساجد خان حاجن زبیدہ بی میڈیا گروپ

دارین اکیڈمی کپالی جمشید پور میں شاندار کوئز مقابلہ کا انعقاد

پریس ریلیز نیپال اردو ٹائمز

جمشید پور، ٦ ستمبر: دارین اکیڈمی کپالی جمشید پور میں طلبہ کی علمی و ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے شاندار کوئز مقابلے کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کی صدارت پرنسپل حضرت مفتی بدر عالم نظامی صاحب نے فرمائی، جبکہ کوئز کی مکمل منصوبہ بندی اور نظامت کی ذمہ داری مولانا محمد خالد رضا تابش صاحب نے بخوبی انجام دی۔ انہوں نے اپنی بہترین حکمت عملی اور دلچسپ انداز نظامت کے ذریعے بچوں کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں اہم

کردار ادا کیا۔

مقابلے کو مختلف مراحل میں تقسیم کیا گیا، جن میں KBC طرز کے سوالات، عمومی معلومات، پہیلیاں، ریاضی اور ریپڈ فائر راؤنڈ شامل تھے۔ طلبہ نے بھرپور جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیتے ہوئے اپنی علمی صلاحیتوں اور حاضر جوابی کا شاندار مظاہرہ کیا۔ قاری آفاق عالم صاحب نے بھی اس پروگرام کو سراہتے ہوئے مزید اس طرح کے سرگرمیاں کرنے کی تلقین دلائی اور غزالی سر نے بھی طلبہ سے مختلف سوالات کیے اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

پروگرام کے دوران درست جوابات دینے والے طلبہ کو چاکلیٹ سے نوازا گیا، جس سے بچوں میں مزید جوش و ولولہ پیدا ہوا۔ حضرت مفتی بدر عالم نظامی صاحب اور مولانا عاشق مرکزی و ماسٹر منعم غزالی نے بچوں کو ایسی علمی و تعلیمی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دیں اور ان کے روشن مستقبل کے لیے دعائیں فرمائیں۔

اکیڈمی کے بانی و ڈائریکٹر حضرت عبد المالک مصباحی صاحب نے پروگرام کو سراہتے ہوئے اسے بچوں کی صلاحیتوں کو نکھارنے اور ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی بہترین کوشش قرار دیا۔ پروگرام کا اختتام نعت رسول مقبول سے ہوا۔

خدا اپنے لشکر بھیجتا ہے

از: محمد عثمان ندوی

طوفان، سیلاب، تیز ہوائیں، آندھی اور زلزلے — یہ اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں۔ وہ گاہے بگاہے ان لشکروں کو بھیجتا رہتا ہے تاکہ انسان خود کو خدا نہ سمجھ بیٹھے اور اس کے ہوش ٹھکانے لگتے رہیں کہ کائنات کی باگ ڈور ایک طاقتور ہستی کے ہاتھوں میں ہے، جسے رب، خالق اور مالک کہتے ہیں۔ زمین و آسمان، پہاڑ و سمندر، جنگلات و سنگلاخ، فضاؤں اور ہواؤں پر اسی کا کنٹرول ہے۔ وہی پانی برسا سکتا ہے، وہی آندھی و طوفان برپا کرتا ہے، وہی موجوں کو اٹھاتا ہے اور مد و جزر پیدا کرتا ہے۔ برق و بھاپ اسی کے حکم کے تابع ہیں، وہی سورج، چاند اور ستاروں کے نظام کو تھامے ہوئے ہے۔ زمین اپنی جگہ ساکت و جامد، پہاڑ اپنے مقام پر صامت اور نیلگوں آسمان میں کہکشاؤں کے قمقمے اسی کے دم سے ہیں۔ وہی اللہ ہے جس کے امرِ "کن" سے صبح و شام، دن اور رات آتے جاتے ہیں۔ بلاشبہ ان تخلیقات میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے برحق ہونے، اس کے یکتا و تنہا ہونے کے یہ وہ واضح دلائل و شواہد ہیں جنہیں سمجھنے کے لیے ہندو یا مسلم ہونا، سکھ یا عیسائی ہونا، جینی یا بدھسٹ ہونا ضروری نہیں ہے۔ جس کے پاس بھی دو آنکھیں ہیں، اگر وہ بند نہیں ہیں تو وہ ان آنکھوں سے سارے حقائق دیکھ رہا ہے۔ اپنے ان کانوں سے ہواؤں کی سرسراہٹ، آبشاروں کا شور، چڑیوں کی چہچہاہٹ، کوئل کے نغمے، بادلوں کی گرج اور خود اپنے دل میں پیدا ہونے والے سوالات سنتا ہے؛ اور صاف و شفاف دل اس کی شہادت دیتا ہے کہ یہ شور اور یہ نغمے کسی ایک ہستی کے پیدا کردہ ہیں۔ وہ دماغ سے سوچتا ہے کہ یہ فضائے بسیط کو محیط آسمان بلا کھمبے کے کیسے قائم ہے؟ وہ کون سی طاقت اور ہستی ہے جس نے عقل و شعور میں نہ سمانے والی کائنات کو لگام دے رکھی ہے؟ وہ محسوس کرتا ہے کہ سورج، چاند اور سیارے اپنے محور پر بلا چوں وچرا اسی کے حکم سے چکر کاٹ رہے ہیں۔ ان دیو ہیکل اجرامِ سماوی کو روکنے اور تھامنے کی طاقت و قوت کسی میں نہیں ہے، کوئی نادیدہ ہستی ہے جس کے حکم سے یہ سب ہو رہا ہے۔ انسان رات کی خاموشی میں جب آسمان کی جانب سر اٹھاتا ہے اور اس کی حسین و جمیل صناعی و کاریگری کا مشاہدہ کرتا ہے، تو دل سے یہ آواز اٹھتی ہے کہ یقیناً وہی معبود و مسجود ہے، وہی عبادت کے لائق ہے جو یہ سارے امور انجام دیتا ہے۔ انسان اور انسان کے بنائے ہوئے معبودوں میں یہ طاقت کہاں کہ وہ یہ سب کچھ کر سکیں؟ وہ تو خود اپنے وجود میں انسانوں کے ہاتھوں کے محتاج ہیں۔

ان سب کھلے شواہد کو دیکھنے کے باوجود جب انسان اس ہستی کا انکار کرتا ہے، اسے جھٹلاتا ہے، اس کی نافرمانی کرتا ہے، اس کی دھرتی کو گناہوں سے ناپاک کرتا ہے، اس کی نعمتوں کو استعمال کر کے اس کی ناشکری کرتا ہے، پہاڑوں، سبزہ زاروں، کشت زاروں، کھیتوں، کھلیانوں، باغوں، گلستانوں اور قدرت کے بخشے ہوئے دلفریب نظاروں کو اپنی پلید حرکتوں اور گندے کاموں سے غلیظ کرتا ہے، دل، دماغ، آنکھوں اور کانوں کا غلط استعمال کرتا ہے، زبان سے جھوٹ بولتا ہے، منہ کے ذریعے ناجائز چیزیں اندر داخل کرتا ہے، دوسروں کے خوابوں اور ارمانوں کو اجاڑ کر اپنی دنیا بناتا ہے، اپنا پیٹ بھرتا ہے، خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے، ایک دوسرے کو ناحق قتل کرتا ہے، کمزوروں کو ستاتا ہے اور مظلوموں پر ظلم کرتا ہے — تو پھر کائنات کو بنانے اور سنوارنے والا ناراض ہو کر اپنے ان لشکروں اور فوجوں کو بھیجتا ہے جن سے لڑنے، مقابلہ کرنے اور انہیں روکنے کی طاقت دنیا میں کسی کے اندر نہیں ہے۔

انسانوں نے بیشک بڑے خطرناک اسلحے بنائے ہیں جن سے بڑی تباہی مچ سکتی ہے، انسانوں نے سائنس کی طاقت کے زور سے عقلوں کو حیران کر دینے والے کارنامے انجام دیے ہیں، لیکن مخلوق کا مقابلہ خالق سے کیوں کر ممکن ہے؟ مالک جب غضب ناک ہوتا ہے تو طوفانوں اور سیلابوں کو بھیج کر آنِ واحد میں بستیوں کو اجاڑ دیتا ہے، انسان تنکوں کی طرح بہہ جاتے ہیں اور ہزاروں جاندار لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ کبھی تیز و تند ہواؤں اور آندھیوں کے لشکر روانہ کرتا ہے جو بڑے بڑے مکانات اور درختوں کو اکھاڑ دیتے ہیں، کبھی زلزلے کو بھیجتا ہے جو لمحوں میں فلک بوس عمارتوں کو ملبے میں تبدیل کر دیتا ہے، کبھی زبردست بارش کے ذریعے کھیتوں اور گھروں کو تباہ کرتا ہے، اور کبھی سونامی آتی ہے اور لاکھوں لوگوں کو نگل جاتی ہے۔

آسمانی کتاب قرآن میں نافرمان لوگوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں کہ نافرمانیوں کی پاداش میں کیسے انہیں نیست و نابود کیا گیا۔ پیغمبر نوح علیہ السلام کی قوم نے جب تمام دلیلوں اور شہادتوں کا انکار کیا اور نافرمانی پر ہٹ دھرمی کے ساتھ جمی رہی، تو ان پر ایسا سیلاب اور طوفان آیا کہ اس وقت کی ساری آبادی غرقِ آب ہو گئی۔ پیغمبر ہود علیہ السلام کی قومِ عاد نے جب طاقت کے نشے میں چور ہو کر نافرمانی کی، تو ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل شدید آندھی چلتی رہی جس کے نتیجے میں قد آور جسم کے مالک تمام لوگوں کی لاشیں کھجور کے تنوں کی طرح بکھر کر رہ گئیں۔ فرعون کی ساری فوج سمندر میں ڈوب کر مر گئی۔ نافرمانیوں کی پاداش میں کبھی آگ برسائی گئی، کبھی پتھروں کی بارش کی گئی اور کبھی ہولناک چنگھاڑ کی آواز سے کلیجے لخت لخت ہوئے وغیرہ۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پالنہار اللہ ظلم کرتا ہے؛ نہیں، ہرگز نہیں! وہ تو اپنے بندوں پر سراپا رحیم و مہربان ہے، لیکن جب گناہ اور پاپ کا گھڑا بھر تا ہے تو پھر وہ آپریشن کرتا ہے، جیسے بیمار جسم کا ڈاکٹر آپریشن کرتا ہے، پھوڑے پر نشتر چلاتا ہے اور ناکارہ وجود کو کاٹ کر الگ کرتا ہے تاکہ صحت مند جسم محفوظ رہے۔

لہٰذا، پوری انسانی برادری کو سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا مالک کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کن باتوں سے ناراض ہوتا ہے، تاکہ ہم اپنے آپ کو اس کو ناراض کرنے والی باتوں سے دور رکھ سکیں۔ اور یہ بات خالص طور پر صرف قرآن سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ "قرآن مسلمانوں کی کتاب ہے"، یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب پوری دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت نامہ ہے۔ دنیا میں اور مرنے کے بعد کام آنے والے اعمال کیا ہیں، یہ باتیں صحیح طور پر قرآن ہی بتا سکتا ہے کیونکہ وہ سارے جہانوں کے پالنہار کی جانب سے آخری پیغمبر پر نازل ہوا ہے۔

آج کل کے پردے کو بھی پردے کی ضرورت ہے: قسط اول

تحریر: محمد فداء المصطفیٰ قادری
رابطہ نمبر: ۹۰۳۰۷۰۹۹۷۳۱
پی جی ریسرچ اسکالر:
دارالہدیٰ اسلامک یونیورسٹی، کیرالا، انڈیا

یہ جملہ شاید بظاہر عجیب محسوس ہو، مگر ذرا اپنے اردگرد نگاہ دوڑائیے، پھر دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ ہم نے حجاب کو کیا سمجھا تھا اور اسے کیا بنا دیا ہے؟ جس پردے کا مقصد عورت کی عزت، عفت، حیا اور وقار کی حفاظت تھا، آج کہیں وہی پردہ جسم کی نمائش کا ذریعہ تو نہیں بن گیا؟ لباس موجود ہے، مگر لباس کی روح غائب ہے؛ نقاب موجود ہے، مگر نگاہوں میں حیا کم ہوتی جا رہی ہے؛ سر ڈھکا ہوا ہے، مگر لباس جسم کے خدوخال کو نمایاں کر رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے پردہ کیا، یا صرف پردے کی ایک شکل اختیار کر لی؟

ذرا اُس وقت کو یاد کیجیے جب ہماری مائیں اور نانیاں حیا کو اپنی زینت سمجھتی تھیں۔ گھر سے نکلتے وقت لباس سے پہلے حیا کا خیال ہوتا تھا، راستے سے گزرتے ہوئے نگاہوں میں جھجک ہوتی تھی، گفتگو میں وقار ہوتا تھا اور اپنی عزت کی حفاظت کو بوجھ نہیں بلکہ سعادت سمجھا جاتا تھا۔ آج ہم نے ترقی کے نام پر بہت کچھ حاصل کیا، مگر کہیں ایسا تو نہیں کہ اس دوڑ میں اپنی حیا کا وہ خزانہ کھو بیٹھے جسے ہماری شریعت نے عورت کا حسن اور مسلمان معاشرے کی پاکیزگی قرار دیا تھا؟

افسوس! ہم دنیا کے لباس کے رجحانات جانتے ہیں، مگر اپنے رب کے احکام سے ناواقف ہیں۔ ہم سوشل میڈیا کی ہر نئی فیشن ویڈیو دیکھ لیتے ہیں، مگر قرآن کی چند آیات پڑھنے کے لیے وقت نہیں نکالتے۔ پھر جب حجاب ہماری مرضی کے مطابق ڈھلتا ہے تو ہم اسے دین سمجھ لیتے ہیں، اور جب دین ہماری خواہش کے خلاف حکم دیتا ہے تو ہم اس سے نظریں چرا لیتے ہیں۔

آیئے! کسی کو طعنہ دینے کے لیے نہیں، بلکہ پہلے اپنے گریبان میں جھانکنے کے لیے اس موضوع کو سمجھیں؛ شاید ابھی بھی وقت ہے کہ ہم اپنے رب کی طرف پلٹ آئیں، اپنی حیا کو واپس لے آئیں، اور اس پردے کو پھر سے وہی پردہ بنا دیں جسے دیکھ کر دل کو اللہ یاد آئے، نہ کہ دنیا کی نمائش۔

حجاب کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

حجاب محض سر پر ایک کپڑا رکھ لینے یا چہرے کے گرد نقاب لپیٹ لینے کا نام نہیں، بلکہ حجاب حیا، عفت، ستر اور وقار کا ایک مکمل اسلامی تصور ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورت اپنے جسم، زینت اور حسن کو غیر محرم نگاہوں سے محفوظ رکھے اور اپنے لباس و کردار کے ذریعے اپنی عزت و پاک دامنی کی حفاظت کرے۔

حجاب کا مطلب یہ نہیں کہ جسم ڈھکا ہوا نظر آئے، بلکہ اس بات کا بھی اہتمام ہو کہ لباس جسم کے خدوخال کو نمایاں نہ کرے۔ ایسا باریک لباس جو جسم دکھائے، یا ایسا چست لباس جو جسم کی ساخت واضح کر دے، وہ پردے کے بنیادی مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ اسی طرح حجاب کے ساتھ ایسی آرائش، خوشبو یا انداز اختیار کرنا بھی اس کی روح کے خلاف ہے جو نامحرموں کی توجہ اپنی طرف کھینچے۔

اسلام نے عورت کو پردے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ اسے قید کیا جائے، بلکہ اس کی عزت، شخصیت اور عفت کی حفاظت کی جائے۔ حجاب عورت کے لیے ذلت نہیں، عزت ہے؛ پابندی نہیں، اللہ کی اطاعت ہے؛ بوجھ نہیں، ایمان کی علامت ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم نے کبھی کبھی حجاب کو دین کے حکم کے بجائے فیشن بنا دیا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم صرف یہ نہ دیکھیں کہ ہم نے پردہ کیا ہے یا نہیں، بلکہ یہ بھی دیکھیں کہ ہمارا پردہ واقعی پردہ ہے یا نہیں۔

قرآنِ کریم میں پردے کا حکم

اسلام نے عورت کے پردے کو محض معاشرتی رسم یا کسی خاص زمانے کی روایت نہیں بنایا، بلکہ اسے قرآنِ کریم کی ہدایت قرار دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کو اپنی کتاب میں بیان فرماتا ہے تو ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر عزت اور رہنمائی کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ نور میں پہلے مردوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پاک دامنی کی حفاظت کریں، پھر عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے، اپنی عصمت کی حفاظت کرنے اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ قرآن نے پردے کی بنیاد صرف لباس پر نہیں رکھی؛ نگاہ بھی پردے کا حصہ ہے، دل کی پاکیزگی بھی، اور کردار کی حفاظت بھی۔ اگر لباس تو پردے والا ہو مگر نگاہ بے قابو ہو، گفتگو میں بے تکلفی ہو اور زینت کی نمائش مقصود ہو تو حجاب کی روح کہاں باقی رہتی ہے؟

اسی سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ عورتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی حجاب محض سر ڈھانپنے تک محدود نہیں، بلکہ لباس ایسا ہونا چاہیے جو بدن کے ان حصوں کو بھی مناسب طور پر ڈھانپے جنہیں چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر سورۂ احزاب میں ازواجِ مطہرات اور اہلِ ایمان کی عورتوں کو جلباب کے ذریعے اپنے آپ کو ڈھانپنے کی ہدایت دی گئی۔ قرآن اس حکم کے ساتھ عزت اور شناخت کا مفہوم بھی بیان کرتا ہے۔

لہٰذا اے مسلمان بیٹی! جب تم حجاب کرتی ہو تو یاد رکھو کہ تم صرف ایک لباس نہیں پہن رہیں؛ تم اپنے رب کے ایک حکم کی تعمیل کر رہی ہو۔ اس لیے حجاب کو فیشن کی چیز نہ بناؤ، اسے عبادت سمجھو۔ اور اگر کبھی نفس یا زمانے کا فیشن تمہیں شرعی حجاب سے دور کرنے لگے تو ایک لمحے کے لیے سوچو: دنیا کی نگاہوں کو خوش کرنے کے لیے ہم اپنے رب کی رضا کیوں کھو دیں؟

احادیثِ نبویہ ﷺ میں حجاب کی تعلیمات

قرآن کریم نے حجاب کا حکم عطا فرمایا تو رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس کی عملی صورت بھی سمجھائی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں حیا، ستر، پاکیزگی اور عورت کے وقار کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «الحیاء شعبة من الإیمان» یعنی "حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔" اس لیے حیا محض معاشرتی خوبی نہیں بلکہ ایمان سے جڑی ہوئی صفت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے لباس اور زینت کے بارے میں بھی امت کو متنبہ فرمایا۔ صحیح مسلم کی مشہور حدیث میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو بظاہر لباس پہنے ہوئے ہوں گے مگر حقیقت میں "کاسیات عاریات" ہوں گے، یعنی لباس کے باوجود بے پردگی کی کیفیت میں ہوں گے۔ یہ تعبیر ہمیں جھنجھوڑ کر سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ ہر لباس پردہ نہیں ہوتا؛ لباس کا مقصد ستر اور حیا کی حفاظت بھی ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہوں کی حفاظت کی تعلیم دی۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے نگاہ پھیر لینے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حیا صرف عورت کے لباس کا نام نہیں؛ مرد بھی اپنی نگاہ اور کردار کا ذمہ دار ہے۔

آج ہمیں اپنے معاشرے کا جائزہ لینا چاہیے۔ ہم نے حجاب کو کبھی لباس تک محدود کر دیا، کبھی اسے فیشن بنا دیا، اور کبھی مردوں کی ذمہ داری کو بھلا دیا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات ہمیں ایک مکمل پاکیزہ معاشرہ عطا کرتی ہیں، جہاں عورت اپنی عزت وعفت کی حفاظت کرے اور مرد اپنی نگاہوں کی۔ لہٰذا حجاب کو صرف "کپڑا" نہ سمجھیں؛ یہ ایمان کی حیا، کردار کی پاکیزگی اور اللہ کی اطاعت کا عملی اظہار ہے۔

حجاب کی بنیادی شرائط کیا ہیں؟

شرعی حجاب صرف یہ نہیں کہ عورت نے سر پر دوپٹہ رکھ لیا اور سمجھ لیا کہ پردہ مکمل ہو گیا۔ حجاب ایک ایسا لباس ہے جو ستر، حیا اور وقار کی حفاظت کرے۔ اس لیے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ لباس ان حصوں کو ڈھانپنے والا ہو جنہیں شریعت نے غیر محرم کے سامنے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

دوسری اہم شرط یہ ہے کہ لباس باریک اور شفاف نہ ہو کہ جسم نظر آئے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ لباس اتنا چست نہ ہو کہ جسم کے خدوخال نمایاں ہو جائیں۔ کیونکہ کپڑے کا مقصد صرف جسم پر چپک جانا نہیں، بلکہ جسم کو پردے میں رکھنا ہے۔

اسی طرح لباس خود ایسی زینت اور نمائش کا ذریعہ نہ بنے جو نامحرموں کی توجہ اپنی طرف کھینچے۔ خوشبو لگا کر باہر نکلنا، ایسی آرائش کرنا جس سے اجنبی نگاہیں متوجہ ہوں، یا لباس کو فیشن اور نمائش کا ذریعہ بنانا حجاب کی روح کو کمزور کر دیتا ہے۔

حجاب صرف جسم کا نہیں، کردار کا بھی ہے؛ نگاہ کا بھی ہے، گفتگو کا بھی ہے اور چلنے پھرنے کے انداز کا بھی۔ لہٰذا ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے: "کیا میرا لباس واقعی مجھے چھپا رہا ہے، یا صرف میرے جسم کو ایک خوبصورت انداز میں نمایاں کر رہا ہے؟" یہ سوال اگر دل سے پوچھ لیا جائے تو شاید ہمارے بہت سے ظاہری پردوں کی حقیقت ہمارے سامنے آ جائے۔

کیا صرف نقاب کافی ہے؟

آج بعض اوقات حجاب کو صرف چہرے کے گرد لپٹے ہوئے کپڑے تک محدود کر دیا گیا ہے۔ عورت نقاب پہن لیتی ہے، لیکن لباس اتنا تنگ ہوتا ہے کہ جسم کے خدوخال نمایاں ہوتے ہیں، یا برقع ایسا ہوتا ہے جو بدن کی ساخت کو چھپانے کے بجائے نمایاں کرتا ہے۔ یہاں ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ نقاب حجاب کا ایک حصہ ہو سکتا ہے، مگر حجاب کا پورا تصور صرف نقاب نہیں۔

اپنا پھیلایا راستہ خود ہی سمیٹنا خودداری، ذمہ داری اور بالغ نظری کا معیار

بختیار برکاتی

دارالحکومت دہلی ہند

کبھی ایک لفظ، کبھی ایک فیصلہ، کبھی ایک غلط اندازہ اور کبھی ایک لمحے کی جلد بازی — بس اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ برسوں سے سنبھلا ہوا معاملہ بکھر جائے۔ پھر ہم اسے محاورے کی زبان میں کہتے ہیں: "راستہ پھیل گیا۔"

مگر زندگی کا اصل سوال یہ نہیں کہ راستہ کس نے پھیلایا؛ اصل سوال یہ ہے کہ اسے سمیٹنے کے لیے کون آگے بڑھتا ہے؟

یہیں سے انسان کے کردار کی پہچان شروع ہوتی ہے۔

غلطی انسان سے ہوتی ہے۔ کوئی بھی شخص زندگی میں ہر فیصلہ درست نہیں کر سکتا۔ اصل فرق غلطی سے نہیں، غلطی کے بعد اختیار کیے گئے رویے سے پیدا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ فوراً ذمہ داری سے بچنے کے لیے عذر تراشتے اور دوسروں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ خاموشی سے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں اور اسے درست کرنے میں لگ جاتے ہیں۔

اپنی غلطی تسلیم کرنا کمزوری نہیں، ظرف کی علامت ہے۔

بالغ انسان یہ نہیں سوچتا کہ غلطی کا ملبہ کس کے سر ڈالا جائے؛ وہ یہ سوچتا ہے کہ جو نقصان ہوا ہے، اسے کم کیسے کیا جائے۔ وہ ضرورت پڑنے پر مدد ضرور لیتا ہے، مگر اپنی ذمہ داری دوسروں کے کندھوں پر نہیں ڈالتا۔

اپنی غلطی کی قیمت خود ادا کرنا ایک ایسا سبق ہے جو کتابوں سے نہیں ملتا۔ یہی تجربہ انسان کو آئندہ فیصلوں میں محتاط، متوازن اور ذمہ دار بناتا ہے۔ جو شخص اپنے بکھرے ہوئے معاملات خود سمیٹتا ہے، وہ صرف ایک مسئلہ حل نہیں کرتا بلکہ اپنے اندر خود اعتمادی، مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت اور کردار کی پختگی پیدا کرتا ہے۔

خودداری کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کبھی کسی سے مدد نہ لے۔ حقیقی خودداری یہ ہے کہ وہ اپنے فیصلوں اور اعمال کی ذمہ داری قبول کرے۔ غلطی ہوئی ہے تو معذرت کرے، نقصان ہوا ہے تو ازالہ کرے، اور فیصلہ غلط ثابت ہوا ہے تو اسے بدلنے کا حوصلہ رکھے۔

کیونکہ انا کہتی ہے: "میں غلط نہیں ہو سکتا۔" جبکہ بالغ نظری کہتی ہے: "اگر غلط ہوں تو خود کو درست کر لوں گا۔" زندگی میں راستہ ہر کسی سے پھیلتا ہے؛ فرق صرف اتنا ہے کہ کوئی اسے چھپانے کے لیے دوسروں کو ڈھونڈتا ہے اور کوئی خاموشی سے جھک کر اسے سمیٹنا شروع کر دیتا ہے۔

غلطی انسان کو چھوٹا نہیں کرتی، مگر اپنی غلطی کی ذمہ داری سے بھاگنا ضرور چھوٹا کر دیتا ہے۔

کردار کی بلندی یہ نہیں کہ انسان کبھی نہ گرے؛ اصل بلندی یہ ہے کہ گرنے کے بعد وہ کسی کو دھکا دے کر خود کو کھڑا نہ کرے، بلکہ اپنے زخموں سمیت اٹھے، اپنی غلطی تسلیم کرے، بکھری ہوئی چیزیں سمیٹے اور دوبارہ چل پڑے۔

آخرکار انسان کی عظمت بے عیب ہونے میں نہیں، اپنی خطا کے بعد اپنے آپ کو سنوارنے میں ہے۔

راستہ پھیل جانا شاید ایک لمحے کی لغزش ہو، مگر اسے سمیٹنا ایک شعوری فیصلہ ہے۔ اور یہی فیصلہ بتاتا ہے کہ انسان کے اندر انا زیادہ ہے یا اخلاق، بہانہ زیادہ ہے یا ذمہ داری، اور شکست کا خوف زیادہ ہے یا اصلاح کا حوصلہ۔ اس لیے اگلی بار زندگی میں کچھ بکھر جائے تو یہ مت سوچیے کہ "کس نے پھیلایا؟"

ایک لمحے کے لیے خود سے پوچھیے: "اسے سمیٹنے والا کون ہوگا؟" اور اگر جواب آئے: "میں۔" تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے صرف ایک مسئلہ حل کرنے کا فیصلہ نہیں کیا — آپ نے اپنے کردار کو ایک درجہ بلند کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

کیونکہ آخرکار زندگی ہم سے یہ نہیں پوچھتی کہ تم سے کتنی غلطیاں ہوئیں؛

وہ یہ دیکھتی ہے کہ اپنی غلطیوں کے بعد تم انسان کتنے بڑے ہوئے۔

اپنے وقت کے ایک نقاد جری مولانا میکائیل احمد رضوی!!

از قلم:- شان پربہار
پروفیسر محمد گوہر صدیقی
۹۴۷۰۰۳۸۰۹۹

* "پریہار بلاک 'سیتامڑھی ضلع کا وہ خطہ ہے جسے بلاشبہ اولیاء کرام اور اربابِ علم و دانش کی نسبتوں نے ممتاز مقام عطا کیا ہے، جس کی آغوش میں مرشدِ کامل حضور لاہور پیر، حضورِ جلال پیر، حضور مدار پیر لہوریا، حضورِ عبد اللہ بتھا، حضورِ داود باڑاوی، حضور شمس العلماء، باڑاوی حضور سراج العلماء باڑاوی، حضور قمر قائل رضوی لہوریا، حضور اخلاق احمد آبادانی کھرساہا، حضورِ مفتی شبیر احمد قادری اندولوی، حضورِ سعید ملت مچکونی، حضور حاجی علیم اللہ قادری ستیہارا علیہم الرحمۃ والرضوان آرام فرما ہیں، ان اکابرین کی نسبتیں آج بھی اس خطے کیلئے باعث افتخار ہیں_

الحمدللہ ساتھ ہی اس سرزمین پر اربابِ علم و دانش اور اہلِ قلم کی روشن روایت بھی موجود رہی ہے جنہوں نے اپنے علم و حکمت، زہد و کمال سے ہر محاذ پر نمایاں کام انجام دیا ہے، اور اسی علمی و قلمی روایتی کڑی میں ایک نمایاں نام مولانا محمد میکایل احمد رضوی صاحب قبلہ کا جڑ گیا ہے جو اس وقت سیتامڑھی ضلع میں موصوف جہاں ایک صاحب مطالعہ، مضبوط قلم کار اور اربابِ علم و دانش میں ایک بے باک ناقد کی حیثیت سے اپنی شناخت رکھتے ہیں، وہیں آپ علماء اہلسنت سیتامڑھی کی نگاہوں میں بڑی عزت و احترام سے دیکھے جاتے ہیں-

آپ کی تحریروں میں علم وفکر کی گہرائی کے ساتھ ساتھ تنقیدی شعور نمایاں ہوتا ہے_ آپ پریہار بلاک سے ۴ کیلو میٹر بجانب شمال ایک مشہور و معروف بستی پرسا کے علمی و مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے - پیش ہے مولانا موصوف کا * مختصر سوانحی تعارف * اسمِ گرامی:

* محمد میکائیل احمد * * رضوی *

ولدیت: محمد زاہد حسین مرحوم، ابنِ ماسٹر عبدالمجید مرحوم **والدۂ ماجدہ:** محسن عظیمہ خاتون

* **ولادتِ باسعادت** * : ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ء، موضع پرسا، تھانہ بیلا، حلقۂ پریہار، ضلع سیتامڑھی، بہار

* **تعلیمی لیاقت** * ▪ حفظ و قرأت ▪ عالمیت و فضیلت
▪ تخصص فی الادب ▪ کمپیوٹر ڈپلومہ

* تکمیلِ حفظ و قرأت * : دارالعلوم حمایت العلوم، اترولہ، گونڈہ، اترپردیش

* تکمیلِ درسِ نظامی * : الجامعۃ العربیہ ضیاء العلوم، ۔ہیں۔

* **تعلیمی و عملی زندگی؛-** *

سن ۲۰۰۲ء میں درس نظامی ودیگر عصری ودینی تعلیم سے فراغت حاصل کی اور کئ سال تک درس نظامی کی تدریس سے وابستہ رہے- سن ۲۰۰۹ء میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوے اور پھر سن ۲۰۱۲ء میں اپنی والدہ کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوے-

آپ فی الوقت (۲۰۲۶) رضا جامع مسجد ہرپوروا، تھانہ باجپٹی، ضلع سیتامڑھی میں بحیثیت خطیب وامام ہیں

خدا کرے زور قلم زور زبان اور زیادہ،،،،!!

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

Weekly The NEPAL URDU TIMES

Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

اسلامیات

10 / ستمبر 2026 مطابق 27 / ربیع الاول 1448ھ / 25 گتے بھادو 2083

عصر حاضر میں گناہوں کا بڑھتا ہوا فتنہ

محمد عادل ارریاوی* خصوصی کالم نگار نیپال اردو ٹائمز

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر گناہوں سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے بعض گناہوں پر مختلف سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے گذشتہ قوموں کی نافرمانی اور گناہ بیان کر کے ان پر عذاب آنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیشمار ارشادات میں اہلِ ایمان کے حق میں گناہوں کا نقصان دہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ گناہ ظاہر کے ہوں یا باطن کے معاملات ہوں معاشرت کے اُن سب سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

ہر مسلمان یہ بات جانتا بھی ہے اور مانتا بھی ہے کہ انسان کی دنیوی صلاح و اور کامیابی اور اخروی نجات و سرفرازی اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کی معصیت و سرکشی سے پرہیز و دوری میں پوشیدہ ہے۔ اور یہ عقیدہ سوفی صد صحیح ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہئے کہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور گناہ و معصیت سے کلی طور پر پرہیز کرے۔

موجودہ دور میں جہاں ظاہری و مادی چیزیں حیرت انگیز حد تک ترقی کرتی جارہی ہیں اور روز بروز اس میں اضافہ مشاہدہ ہو رہا ہے وہیں یہ بھی بالکل واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے کہ انسان اپنی انسانیت وروحانیت کے لحاظ سے انتہائی پستی وذلت کی طرف جارہا ہے اور اس میں سبھی طبقات کے انسان شامل ہیں جس پر کوئی حیرت و استعجاب نہیں استعجاب و حیرت کا موقعہ تو یہ ہے کہ وہ انسان بھی اس پستی و خواری کے گڑھے میں دکھائی دے رہا ہے جو مسلمان کہلاتا اور اللہ و رسول پر ایمان رکھتا اور قرآن وحدیث کو مانتا اور آخرت حساب وکتاب سزاوجزا کو تسلیم کرتا ہے۔

اور اس پستی کی وجہ یہ ہے کہ ایک چھوٹے سے طبقے کو چھوڑ کر امت کے اکثر و بیشتر لوگوں میں ایک طرف طاعات وعبادات میں غفلت و سستی ہے تو دوسری جانب معصیت کے کاموں میں رغبت و دلچسپی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آج لوگوں میں گناہ کا سلسلہ بہت زیادہ ہو گیا ہے اور عام سے عام ہوتا جارہا ہے حتی کہ ایسا لگتا ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھنے والے اور اس کو نقصان دہ خیال کرنے والے بھی ناپید ہوتے جارہے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے صورت حال یہ ہے کہ بعض لوگ گناہوں کو ایک قابل فخر ولائق ستائش ہنر سمجھنے لگے ہیں۔ بالخصوص کالجوں اور اسکولوں کا ماحول گناہوں کے لئے ایک مہمیز کی حیثیت رکھتا ہے اور گناہ ایک معمولی بات محسوس کی جاتی ہے جس پر کوئی حیرت و تعجب ہونا ان لوگوں کے نزدیک خود قابل تعجب و قابل حیرت ہے۔

اور اس صورت کو پیدا کرنے میں دیگر اسباب کے ساتھ موجودہ دور میں ٹی وی انٹرنیٹ اور موبائل کو اولیت کا مقام حاصل ہے اور ان چیزوں کی وجہ سے معصیت وگناہ کے اس سلسلہ کو مزید وسعت و پھیلاؤ حاصل ہو گیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج یہ تینوں چیزیں گناہوں کے سب سے زیادہ طاقتور و موثر و مضبوط ووسیع ذرائع و اسباب بن گئے ہیں ان کے ذریعہ گانا بجانا فحش و عریانی بے حیائی و بے شرمی وغیرہ خبائث اپنے عروج وانتہاء کو پہنچ گئے ہیں۔ جو دراصل ایک خطرہ کی گھنٹی ہے مگر اس میں لوگوں کی غفلت و بے حسی اس قدر عام و تام ہے کہ اس جانب توجہ دلائی بھی جاتی ہے تو لوگ توجہ نہیں کرتے۔

اور اس صورت حال کے ناپاک اثرات و خطرناک جراثیم یہاں تک پہنچ رہے ہیں کہ نیکی وطاعت کرنے والے لوگ بھی گناہ سے بچنے میں دقت محسوس کرتے ہیں بلکہ طالب علم و علماء کہلانے والے بھی ان میں ملوث نظر آتے ہیں۔

شرم گاہ ایک بہت بڑا شیطانی راستہ ہے جس سے وہ انسان میں داخل ہوتا اور اس کو خبائث میں مبتلا کرتا ہے یہ نہایت خطرناک راستہ ہے جس سے انسان شہوتوں ولذتوں میں پڑ کر خدا اور سول اور آخرت کو ہی بھول جاتا ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔ جو شخص مجھے ضمانت دے اس کے دو جبڑوں کے بیچ کی چیز اور اس کے دو پیروں کے بیچ کی چیز کی میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ (بخاری ۶۴۷۴) معلوم ہوا کہ زبان کی طرح شرمگاہ کا فساد بھی بڑا خطرناک ہوتا ہے اور جو اس کے شر سے بچ گیا وہ گویا تمام شرور سے بچ جاتا ہے لہذا اس سے بھی خوب چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

اور آج کے جدید ٹیکنالوجی کے دور میں تو موبائل انٹرنیٹ بے پردگی اور فحش مواد نے اس فتنے کو پہلے سے کہیں زیادہ عام کر دیا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان خصوصاً نوجوانوں اور طلبہ کو چاہیے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کرے تنہائی میں اللہ ربّ العزت سے ڈرے حرام ذرائع سے بچے اور اپنے دل کو پاکیزہ رکھے۔

یاد رکھئے چند لمحوں کی ناجائز لذت برسوں کی ندامت بن سکتی ہے جبکہ چند لمحوں کا صبر ہمیشہ کی جنت کا سبب بن سکتا ہے۔

اللہ ربّ العزت ہمیں ہر ظاہر و باطن کے گناہ سے محفوظ فرمائے اور عفت و حیا کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

عشق مجازی سے عشق حقیقی تک

طفیل مکسی

اگلے زمانے میں شیخ احمد خضرویہؒ نام کے ایک صاحبِ کمال بزرگ ہوئے ہیں۔ لیکن وہ اپنے کمال کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ اسے چھپانے کی کوشش کرتے۔ ان کی یہ عادت عجیب تھی کہ دولت مندوں سے سینکڑوں، ہزاروں کی رقمیں قرض لیتے اور دل کھول کر فقراو مساکین پر صرف کرتے۔ اسی قرض کی رقم سے شیخ احمد خضرویہؒ نے ایک بڑی خانقاہ بنوائی جس میں اہل عشق آکر ٹھہرتے اور شیخ ان کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ یہاں تک کہ مرض الموت کے آثار نمودار ہوئے۔ ان تمام لوگوں کو بھی شیخ احمد خضرویہؒ کے بیمار ہونے کی خبر ملی جن سے انہوں نے بڑی بڑی رقمیں ادھار لی تھیں۔ ایک ایک کرکے وہ بھی بسترِ مرگ پر آگئے اور لگے تقاضا کرنے۔ شیخ نے کہا: "گھبراتے کیوں ہو۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔ وہ کوئی نہ کوئی انتظام ضرور فرمائے گا۔" شیخ کا یہ ارشاد سن کر قرض خواہوں نے منہ بنا کر کہا، معلوم ہوتا ہے شیخ کے حواس رخصت ہوئے۔ قرض خواہوں کی تمام رقم ملا جلا کر کوئی چار سو اشرفیاں ہی تھیں۔ وہ سب مایوس ہو چکے تھے کہ شیخ کے پاس تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ بھلا چار سو اشرفیاں کہاں سے دیں گے! شیخ نے فرمایا:

"صد افسوس ہے ان دولت مندوں کے ذہنی افلاس پر۔ ارے بدبختو، خدا ہر فعل پر قادر ہے۔" ابھی شیخ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ باہر گلی میں ایک حلوہ فروش لڑکے نے آواز لگائی "تازہ حلوہ، شیریں حلوہ، گرم گرم حلوہ"۔ شیخ خضرویہؒ نے یہ آواز سن کر اپنے خادم کو حکم دیا کہ جائو اور اس حلوہ فروش لڑکے سے تمام حلوہ خرید کر ان قرض خواہوں کو کھلائو۔ شیخ کا حکم پا کر خادم باہر گلی میں گیا اور لڑکے سے پوچھا کہ حلوے کا سارا تھال کتنے میں دو گے؟ لڑکے نے کہا نصف دینار اور پانچ درہم میں۔ خادم کہنے لگا ہم فقیروں اور درویشوں سے زیادہ قیمت نہ لو۔ نصف دینار قیمت میں سارا حلوہ دے دو۔" حلوہ فروش نے کہا بہت بہتر لے لیجیے۔" شیخ نے فرمایا سارا حلوہ اس فقیر کی طرف سے مہمانوں میں تقسیم کر دو۔ تھال خالی ہوتے ہی حلوہ فروش لڑکے نے تھال اٹھالیا اور شیخ سے کہا، حضرت لائیے، نصف دینار حلوے کی قیمت ادا کیجیے۔ شیخ نے کہا، اے فرزند، قیمت میرے پاس کہاں۔ ساری زندگی قرض لے لے کر گزر بسر کرتا رہا ہوں اب آخری وقت آیا ہے۔ یہ دیکھ تمام قرض خواہ تقاضے کے لیے ہی بیٹھے ہیں۔ تو بھی ان میں بیٹھ جا۔" شیخ کا یہ ارشاد سن کر لڑکے نے مارے رنج اور غصے کے تھال زمین پر پٹخا اور بری طرح رونے لگا۔ رونے کے ساتھ ساتھ دہائی بھی دیتا جاتا کہ ہائے! مجھے ٹھگ لیا۔ اب میں اپنے استاد کے پاس خالی ہاتھ کیسے جائوں گا۔ وہ مار مار کر میری چمڑی ادھیڑ دے گا۔ لڑکے کے بین سن کر لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ قرض خواہوں نے بھی شیخ خضرویہؒ پر بڑی لعنت ملامت کی کہ یہ کیا بے ہودہ حرکت مرتے مرتے کی ہے؟ شیخ یہ سب کڑوی کسیلی سنتے رہے اور بادل میں چھپے ہوئے چاند کی طرح اپنے کمبل میں منہ دیئے چپکے پڑے رہے۔ ظہر کے وقت تک حلوہ فروش لڑکا آنسو بہاتا رہا، لیکن شیخ نے ایک بار بھی اس کی طرف دیکھا نہ کوئی بات کی۔ آخر تماشائیوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ سب لوگ تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کر کے اس لڑکے کو دے دیں۔ شیخ نے کمبل میں سے منہ نکال کر فرمایا: "کوئی شخص اس لڑکے کو کچھ نہ دے۔ یہ میرا حکم ہے۔" شیخ خضرویہؒ کا لب ولہجہ ایسا پر رعب تھا کہ کسی کو اس حکم کی خلاف ورزی کرنے کی مجال نہ ہوئی۔ ظہر کی نماز کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بڑا سا خوان سر پر دھرے چلا آتا ہے۔ اس نے آتے ہی یہ خوان شیخ خضرویہؒ کے سامنے رکھ دیا اور سلام کر کے عرض کیا کہ میرے آقا نے یہ نذر آپ کی خدمت میں بھیجی ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ اسے قبول فرمائیں تو بڑا احسان ہو۔ شیخ نے اپنے خادم کو اشارہ کیا۔ اس نے سرپوش ہٹایا اور حاضرین مجلس نے شیخ کی کرامت دیکھی۔ سب ایک دم روتے ہوئے شیخ کے قدموں میں گر گئے اور ہر شخص اپنی گستاخی کی معافی چاہنے لگا۔ خوان میں چار سو دینار ایک طرف اور نصف دینار دوسری طرف رکھا تھا۔ شیخ خضرویہؒ نے فرمایا "میں نے ہر شخص کی بدزبانی اور گستاخی کو صدقِ دل سے معاف کیا۔ تم لوگوں کو اتنی دیر تک روکے رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اس موقع پر ہی تو مدد فرمائے تو بیڑا پار ہو سکتا ہے چنانچہ خدا نے اس حلوہ فروش بچے کو یہاں بھیج کر راستہ نکال دیا۔ اس لڑکے کا نصف دینار اگرچہ مالیت میں حقیر ہے، لیکن اسی پر لڑکے کا اضطراب اور رونا تڑپنا موقوف تھا۔ حق تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ جب تک طفل حلوا فروش آنسو نہ بہائے گا، ہماری سخاوت کا دریا جوش میں نہ آئے گا۔" اے عزیز اس کہانی پر غور کر۔ وہ طفل حلوہ فروش کون ہے؟ وہ تیری رونے والی آنکھ ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا مقصد بر آئے، تب رونے والی آنکھ سے کام لے۔ جب تک نہ روئے گا، کامیابی و کامرانی محال ہے

نیپال اردو ٹائمز کی اشاعت میں قاضی نیپال فاؤنڈیشن کی جانب سے خصوصی معاونت حاصل ہے جس کے لیے اداراتی ٹیم شکر گزار ہے

درود ان پر سلام ان پر

اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود سلام بھیجنا مرض نفاق سے محفوظ رہنا ہے

محمد عبدالحفیظ اسلامی
خطیب مسجد صالحہ قاسمؒ و سینئر کالم نگار حیدرآباد
۹۸۴۹۰۹۹۲۲۸

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(الاحزاب:۵۶)

اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

محترم قارئیں! مذکورہ بالا آیتِ درود، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان و عظمت کا سارے عالمین میں چرچا بلند کرنے کا اللہ تعالی عزوجل کی طرف سے بہت بڑا اعلان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام بھیجنا نفاق (منافقت) سے نجات کا ایک بہترین اور مجرب ذریعہ ہے اور اس عمل سے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت جاگتی اور پروان چڑھتی ہے۔ چنانچہ مالک کائنات وحدہ لاشریک لہ نے سب سے پہلے اپنی طرف سے اسکا اعلان فرما رہا ہے کہ دیکھو! "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبیؐ پر" آیت کریمہ کا ابتدائی حصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت اللہ کی نظر میں انتہائی بلند تر ہے۔ لہٰذا آگے اس بات کی تاکید کی جارہی ہے کہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ (یعنی اللہ الہ واحد، رب العالمین کے بھیجے ہوئے دین پر چلنے کا دل و جان سے پختہ ارادہ کر لینے، اور اسی کے عبادت و بندگی کرنے کا فیصلہ کر چکنے، اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہنے کا اعلان کرنے والے، اپنے بندوں کو اللہ کی طرف سے حکم دیا جارہا ہے کہ دیکھو! میں اور میرے ملائکہ، (ساری نوع انسانی کیلئے مبعوث فرمائے گئے) نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا تم بھی اپنے نبیؐ رحمت پر درود وسلام بھیجو چنانچہ یوں فرمایا: "صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"۔

حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ نے اس آیتِ درود کے تین فاعل بتلائے ہیں۔ اس کا جاننا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے تاکہ شعور و اخلاص کے ساتھ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پیش کئے جانے کی عظمت واہمیت واضح ہو جائے۔ "اس آیت کریم کی جلالت شان کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کیلئے پہلے اس کے کلمات طیبات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

آیت کریمہ میں فعل صلوٰۃ (درود) کے تین فاعل ہیں۔

(ا) اللہ تعالیٰ (۲) فرشتے (۳) اہل اسلام۔ مختصر طور پر اسکے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

(ا) جب اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وثنا کرتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کرکے، اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کے اس دنیا میں حضور کی عزت وشان بڑھاتا ہے اور روز محشر امت کے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین وآخرین کے لئے حضور کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر حضور کو سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا ہے۔ (اقتباس)

(۲) "اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو صلوٰۃ کے معنی دعا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے دست بدعا ہیں" (اقتباس)

(۳) "جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندے پر ہمیشہ اپنی برکتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے اس کی ثناء گستری (مدح خوانی) میں زمزمہ سنج (نغمہ سرائی) رہتے ہیں اور اس کی رفعت شان کے لئے دُعائیں مانگتے رہتے، تو اے اہل ایمان تم بھی میرے محبوب کی رفعت شان کیلئے دعا مانگا کرو"۔ (اقتباس)

"اگرچہ صلوٰۃ بھیجنے کا ہمیں حکم دیا جارہا ہے لیکن ہم نہ شانِ رسالت کو کما حقہ، جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کرسکتے ہیں۔ اس لئے اعتراف عجز کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں: اللھم صلی الخ۔۔۔ یعنی مولا کریم توہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر منزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے اسلئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کے شان کے شایان ہے" (اقتباسات، تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ: ۸۸ تا ۸۹) (آیت درود) سورہ احزاب کی ۵٦ ویں آیت مبارکہ ہے۔ اور اس میں کل آیات ۷۳ آے ہیں اور اس کا نزول ۵ ہجری مدینہ منورہ میں ہوا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا، اہل ایمان کر جو حکم دیا گیا ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھنے کیلئے اس کے نزول کے وقت کے احوال ہماری نگاہوں میں رہنے چاہیے تاکہ درود و سلام کی اہمیت وعظمت ہمارے دل ودماغ میں کامل خلوص و ادراک Sincerity and Perception کے ساتھ بیٹھ جائے۔ چنانچہ جیسے جیسے بتدریج اسلام کا نور عرب کی وادیوں کہساروں اور قبیلوں و برادریوں کو اپنی آغوش میں لے رہا تھا ویسے ویسے، اسلام سے عداوت Enmity رکھنے والے یہود ونصاریٰ مشرکین و منافقین Hypocrites کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی، اس حسد کی آگ میں مبتلا ہو کر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بلند کی قدر نہ جانی، جیسا کہ باطل طاقتوں کے پاس حق سے مقابلے کیلئے انکے ترکش سے تیروں کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر وہ حق کے خلاف ہرزہ گوئی وبداخلاقی پر اتر آتے ہیں گویا ان کا یہ آخری حربہ ہوتا ہے۔ اور آج کی نام نہاد تہذیب کے علمبردار بھی اسلام سے عداوت میں اتنے اندھے ہوگئے ہیں کہ وہ بھی پہلے زمانے کے جاہلوں کی طرح نبی رحمت شافِیِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے زحمت سمجھتے ہوئے آپؐ پر رکیک قسم کے الزامات لگاتے اور دنیا میں آپؐ کو نیچاد کھانے کی ناکام کوشش کرتے اور گستاخانہ کلمات ادا کرتے ہیں، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے اذن سے اپنی امت کی بخشش کے لئے "شفاعت کبریٰ" فرمائینگے، مگر یہ لوگ اس حقیقت کو نہیں جانے۔۔۔! اللہ تبارک تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بابرکت پر عالم بالا وعالم ملکوت The Celestial World سے لیکر دنیائے فانی The mortal world اور عالم خاکی (مٹی کی دنیا) تک کے ذرہ ذرہ میں آپکی نغمہ سرائی Reciting یعنی آپ کے مقام بلند کو، خوبصورت آواز میں نعت بیان کرنے کا انتظام فرمادیا ہے جسکی کوئی انتہا نہیں، شاعر شاہ عبدالحقؒ دہلوی یا عبدالعزیزؒ دہلوی یا بعض روایات میں شیخ سعدی اور مولانا جامی رحمہ اللہ، کہتے ہیں: لَا یُمکِنُ الثَّنَاء کَمَا کَانَ حَقّہٗ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر....

یعنی بات کو مختصر الفاظ میں عرض کیا جائے تو بس اتنا کہنا کافی ہے کہ کائنات میں خدا تعالی بلند وبرتر کے بعد سب سے اعلی مقام ومرتبہ صرف آپ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

چنانچہ آج بھی نبی رحمتؐ کے بارے میں یہود و نصاریٰ مشرکین ومنافقین میں سے جو کچھ گستاخیاں کی جارہی ہیں اس کے جواب میں معقول طریقہ پر اہل ایمان اپنے نبیؐ کی شان میں وہی دعائیہ کلمات ادا کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو آیت درود کی صورت میں سکھلائے ہیں۔ اب یہ جتنا کچھ نبی کی شان میں گستاخی بے و ادبی "InsultingtheProphet" کریں گے وہ یقیناً اپنے کیفر کردار تک پہنچ جائیں گے، کیونکہ زمین وآسمان بھی اس بات پر گواہ ہے کہ وہ سارے بے ادب سابق میں کس طرح انجام بد کو پہنچ چکے ہیں !!!۔ لیکن اب ہمارا کام یہ ہے کہ آپؐ پر درود وسلام پڑھتے رہیں اوراس کے تقاضوں کے مطابق نبیؐ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کریں، اس کے حامی و مدد گار بنے رہیں اور عصمت رسول ورسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اعتقادی فکری اور علمی و عملی طور پر متحد United to safeguard to prophet,s honor ہو جائیں۔

مذکورہ آیتِ درود کی تشریح کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں جسے پڑھنے سے یقیناً ہمارے قلوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت سے سرشار وشاداب ہوتے ہیں اور آپ کی والہانہ اطاعت وپیروی کی طرف ہمارے قدم ان شاءاللہ آگے ہی آگے بڑھتے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے موجودہ مسائل کا حل اللہ تعالی پر کامل ایمان ویقین کے ساتھ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور وابستگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔۔۔!

حضرت مولانا سید ابولاعلی مودودی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں دلنشین تشریح فرمائی وہ لکھتے ہیں کہ: جب دشمنان اسلام اس دین مبین کے فروغ پر اپنے دل کی جلن نکالنے کے لیے حضورؐ کے خلاف الزامات کی بوچھاڑ کررہے تھے، اور اپنے نزدیک یہ سمجھ رہے تھے کہ اس طرح کیچڑ اچھال کر وہ آپؐ کے اس اخلاقی اثر کو ختم کردیں گے، جس کی بدولت اسلام اور مسلمانوں کے قدم روز بروز بڑھتے چلے جارہے تھے۔ ان حالات میں (سورہ احزاب کی) یہ آیت نازل کرکے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بتایا کہ کفار ومشرکین میرے نبیؐ کو بدنام کرنے اور نیچاد کھانے کی جتنی چاہے کوشش کر دیکھیں، آخر کار وہ منہ کی کھائیں گے۔ اس لیے کہ میں اس پر مہربان ہوں اور ساری کائنات کا نظم ونسق جن فرشتوں کے ذریعے سے چل رہا ہے وہ سب اس کے حامی اور ثناخواں ہیں (اسلام کے دشمن) اس کی مذمت کر کے کیا پاسکتے ہیں، جبکہ میں اس کا نام بلند کررہا ہوں اور میرے فرشتے اس کی تعریفوں کے چرچے کررہے ہیں۔ وہ اپنے اوچھے ہتھیاروں سے اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں، جبکہ میری رحمتیں اور برکتیں اس کے ساتھ ہیں اور میرے فرشتے شب وروز دعا کررہے ہیں کہ رب العالمین محمدؐ کا مرتبہ اورزیادہ اونچا کر اور ان کے دین کو اور زیادہ فروغ دے۔

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ "اے لوگو، جن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت راہ راست نصیب ہوئی ہے، تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے احسان عظیم کا حق ادا کرو۔ تم جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، اس شخص (نبیؐ) نے تمھیں علم کی روشنی دی، تم اخلاق کی پستیوں میں گرے ہوئے تھے، اس شخص (میرے رسولؐ) نے تمھیں اٹھایا اور اس قابل بنایا کہ آج محسود خلائق بنے ہوئے ہو۔ تم وحشت اور حیوانیت میں مبتلا تھے، اس شخص (رحمت اللعلمینؐ) نے تم کو بہترین انسانی تہذیب سے آراستہ کیا۔ کفر کی دنیا اسی لیے اس شخص (داعی حقؐ) پر خار کھارہی ہے کہ اس نے یہ احسانات تم پر کیے، ورنہ اس نے کسی کے ساتھ ذاتی طور پر کوئی برائی نہ کی تھی۔

اس لیے اب تمہاری احسان شناسی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جتنا بغض وہ اس خیر مجسمؐ کے خلاف رکھتے ہیں، اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ محبت تم ان سے رکھو۔ جتنی وہ ان سے نفرت کرتے ہیں اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کے گرویدہ ہو جاؤ۔

جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سیلاب زدگان کی امداد میں علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال کی مسلسل خدمات

نیپال میں حالیہ شدید بارشوں اور سیلاب کے باعث متعدد خاندان مشکلات اور پریشانیوں سے دوچار ہیں۔ ایسے مشکل وقت میں علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال اپنی سماجی و ملی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے سیلاب متاثرین کے لیے امدادی رقم جمع کرنے اور ان تک ممکنہ مدد پہنچانے کی کوششوں میں مسلسل سرگرمِ عمل ہے۔

اس امدادی مہم کی رہنمائی صدر علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال، حضرت مولانا الحاج محمد ناصر الدین انصاری صاحب کی زیرِ قیادت کی جا رہی ہے، جبکہ نائب صدر علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال و نائب صدر لمبنی پردیش، مفتی محمد کہف الورا مصباحی صاحب بھی اس خدمتِ خلق کے کام میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔

علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال کی جانب سے مساجد، مدارس اور عوامی تعاون کے ذریعے امدادی رقم جمع کرنے کا سلسلہ

مسلسل جاری ہے۔ فاؤنڈیشن کی طرف سے ائمہ کرام، علماء کرام، ذمہ دارانِ مساجد و مدارس اور اہلِ خیر حضرات سے خصوصی گزارش ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس نیک مقصد میں تعاون فرمائیں۔

یہ وقت صرف ہمدردی اور افسوس کا اظہار کرنے کا نہیں، بلکہ اپنے متاثرہ بھائیوں اور بہنوں کا عملی طور پر سہارا بننے کا وقت ہے۔ آپ کا چھوٹا سا تعاون بھی کسی سیلاب متاثرہ خاندان کے لیے ایک بڑی مدد اور امید کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال تمام معاونین، مساجد، مدارس اور اہلِ خیر حضرات کے تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور امید کرتی ہے کہ امدادی مہم میں تعاون کا یہ سلسلہ اسی جذبۂ انسانیت کے ساتھ جاری رہے گا۔

🤲 آئیے! سیلاب متاثرین کی مدد کے لیے اپنا حصہ شامل کریں، اپنی مساجد و مدارس سے امدادی رقم جمع کریں اور اس کارِ خیر کو مزید مضبوط بنائیں۔

زیرِ قیادت: حضرت مولانا الحاج محمد ناصر الدین انصاری
صدر، علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال

حج ۲۰۲۷ء کے حوالے سے مدینہ نوری مسجد نیپال گنج میں خصوصی خطاب

نیپال گنج، بانکے | ۴ ستمبر ۲۰۲۶ء

مدینہ نوری مسجد، نیپال گنج میں آج حج ۲۰۲۷ء کے حوالے سے ایک اہم اور معلوماتی خطاب کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال کے صدر، حضرت مولانا الحاج محمد ناصر الدین انصاری صاحب نے حج کی اہمیت، فضیلت، تیاری اور حج سے متعلق ضروری امور پر تفصیلی خطاب فرمایا۔

خطاب کے دوران حضرت مولانا محمد ناصر الدین انصاری

صاحب نے حاضرین کو حج کے فرائض و ضروری مسائل سے آگاہ کرتے ہوئے حج ۲۰۲۷ء کے لیے درخواست دینے کے خواہش مند افراد کو حکومتِ نیپال کی جانب سے جاری کردہ حج درخواست کے طریقۂ کار اور مقررہ آخری تاریخ کے بارے میں بھی آگاہ فرمایا۔

انہوں نے خصوصی طور پر بتایا کہ حج ۲۰۲۷ء کے لیے فارم جمع کرنے کی آخری تاریخ اسوج اگتے ۲۰۸۳ بکرمی تک مقرر کی گئی ہے۔ لہٰذا جو حضرات حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں، وہ آخری تاریخ کا انتظار کیے بغیر بروقت اپنا فارم جمع کریں اور ضروری کارروائی مکمل کریں۔

اس موقع پر عوام سے اپیل کی گئی کہ حج سے متعلق کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے مستند ذرائع سے رہنمائی حاصل کریں اور حکومتِ نیپال کی جانب سے مقرر کردہ تمام ضوابط اور ہدایات پر عمل کریں۔

خطاب کے اختتام پر ملک و ملت، تمام حجاجِ کرام اور حج ۲۰۲۷ء کے لیے درخواست دینے والے تمام امیدواروں کے لیے خصوصی دعا بھی کی گئی۔

مقام: مدینہ نوری مسجد، گنیش پور، نیپال گنج، بانکے
زیرِ اہتمام: علماء فاؤنڈیشن بانکے نیپال

لباسِ تقویٰ، شناختِ مسلم اور آزادیِ انتخاب

مسعود محبوب خان (ممبئی)
۰۹۴۲۲۷۲۴۰۴۰

ستمبر کا مہینہ آتا ہے تو حجاب کا ذکر محض ایک لباس کے تذکرے تک محدود نہیں رہتا؛ یہ ایک ایسے فکری سوال کو زندہ کرتا ہے جس کا تعلق عورت کی عزّت، اس کی مذہبی آزادی، اس کی تہذیبی شناخت اور اس کے اپنے جسم و لباس کے بارے میں اختیار سے ہے۔ حجاب مسلمان عورت کے لیے محض کپڑے کا ایک ٹکڑا نہیں، بلکہ ایمان، حیا، بندگی، وقار اور اپنے خالق کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی ایک علامت ہے۔

دنیا میں لباس کے بے شمار انداز ہیں۔ ہر تہذیب نے اپنے مزاج، موسم، روایت، مذہب اور سماجی اقدار کے مطابق لباس کے اصول وضع کیے ہیں۔ کوئی مخصوص لباس پہن کر اپنی ثقافتی شناخت ظاہر کرتا ہے، کوئی مذہبی علامت کے ذریعے اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہے اور کوئی اپنے طرزِ لباس کو اپنی انفرادی آزادی کا حصّہ سمجھتا ہے۔ پھر اگر ایک مسلمان عورت اپنے ایمان اور مذہبی شعور کے مطابق حجاب اختیار کرتی ہے تو اس کے اس انتخاب کو آزادی کے دائرے سے باہر کیوں سمجھا جائے؟ یہی سوال حجاب کے پورے مسئلے کا بنیادی سوال ہے۔

حجاب کا اصل مفہوم یہ نہیں کہ عورت کو معاشرے سے کاٹ دیا جائے، اس کی صلاحیتوں کو محدود کر دیا جائے یا اسے زندگی کے فعال میدانوں سے دور رکھا جائے۔ اسلام نے عورت کو علم، کردار، معاشرت، خاندان، دعوت، خدمت اور اجتماعی زندگی میں ایک باوقار مقام عطا کیا ہے۔ حجاب اس کردار کی نفی نہیں کرتا؛ بلکہ اس کے ظاہری اظہار کو حیا اور وقار کے ایک اخلاقی دائرے میں رکھتا ہے۔ قرآنِ مجید نے مومن مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہوں کی حفاظت اور پاک دامنی کی تعلیم دی ہے۔ اس لیے حیا اسلام میں صرف عورت کی ذمّہ داری نہیں؛ حیا ایک ہمہ گیر اخلاقی قدر ہے جس میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ حجاب اسی وسیع تر تصورِ حیا کا ایک ظاہری اظہار ہے۔

حجاب کے عالمی مباحث میں مروہ الشربینیؒ کا نام ایک دردناک مگر یادگار باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ مروہ الشربینی ایک مصری مسلمان خاتون تھیں جو اپنے شوہر کے ساتھ جرمنی میں مقیم تھیں۔ وہ تعلیم یافتہ، باصلاحیت اور اپنے مذہبی تشخص سے وابستہ خاتون تھیں۔ ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ اپنے ایمان کے مطابق حجاب پہنتی تھیں۔ ان کے پڑوس میں رہنے والے ایک شخص نے انہیں حجاب کی وجہ سے توہین آمیز الفاظ کہے اور انہیں "دہشت گرد" قرار دیا۔ مروہ نے اس طرزِ عمل کو خاموشی سے برداشت کرنے کے بجائے قانونی راستہ اختیار کیا۔ وہ عدالت گئیں تاکہ اپنی عزّت اور شہری حق کا تحفّظ حاصل کر سکیں۔ لیکن یکم جولائی ۲۰۰۹ء کو جرمنی کے شہر ڈریسڈن کی عدالت میں پیش آنے والا واقعہ انسانیت کے دامن پر ایک گہرا داغ بن گیا۔ عدالت کی کارروائی کے دوران حملہ آور نے اچانک مروہ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔

اس نے انہیں بار بار وار کر کے شدید زخمی کر دیا اور بالآخر مروہ جانبر نہ ہو سکیں۔ دستیاب ریکارڈ کے مطابق انہیں ۱۸ مرتبہ چاقو مارا گیا۔ وہ اس وقت تقریباً تین ماہ کی حاملہ تھیں۔ ان کا کم سن بیٹا بھی اس سانحے کے ماحول میں موجود تھا، جب کہ ان کے شوہر نے اپنی اہلیہ کو بچانے کی کوشش کی اور خود بھی شدید زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ صرف ایک عورت کے قتل کی داستان نہیں تھا؛ یہ اس تلخ حقیقت کی یاد دہانی بھی تھا کہ تعصب جب قانون، اخلاق اور انسانیت سے بے نیاز ہو جائے تو وہ الفاظ سے بڑھ کر تشدّد کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ مروہ کی شہادت نے دنیا بھر میں مسلمانوں اور انسانی حقوق کے حلقوں کو جھنجھوڑ دیا۔ انہیں "شہیدۂ حجاب" کے نام سے یاد کیا گیا اور ان کی یاد میں ۴ ستمبر کو حجاب سے یکجہتی کے عالمی دن کے طور پر منانے کی آواز بلند ہوئی۔

آج حجاب کے بارے میں سب سے زیادہ ضرورت جس بات کو سمجھنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ حجاب کو صرف پابندی کے زاویے سے دیکھنا خود ایک فکری تعصب ہے۔ اگر کسی عورت کو لباس کے ایک خاص انداز سے روکنا جبر ہے تو اسے اس لباس سے روکنا بھی جبر ہی ہو گا جسے وہ اپنے مذہبی عقیدے اور ذاتی اطمینان کے مطابق اختیار کرنا چاہتی ہے۔ آزادی کا حقیقی مفہوم یہ نہیں کہ عورت کو صرف وہی لباس پہننے کی اجازت ہو جسے جدید معاشرہ پسند کرتا ہے۔ آزادی کا تقاضا تو یہ ہے کہ عورت کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ اپنے جسم، اپنے لباس اور اپنی مذہبی شناخت کے بارے میں باخبر اور رضاکارانہ فیصلہ کر سکے۔ اگر بے حجابی انتخاب ہو سکتی ہے تو حجاب بھی انتخاب ہو سکتا ہے۔ اگر جدید لباس آزادی کی علامت ہو سکتا ہے تو حجاب بھی آزادیِ ضمیر کی علامت ہو سکتا ہے۔ اصل مسئلہ لباس نہیں؛ اصل مسئلہ اختیار ہے۔

ہر قوم اپنی تہذیب کو محض کتابوں میں محفوظ نہیں رکھتی؛ وہ اسے اپنے لباس، زبان، خوراک، تہوار، خاندانی نظام، عبادات اور روزمرہ کے رویوں کے ذریعے زندہ رکھتی ہے۔ مسلمان عورت کا حجاب بھی اسلامی تہذیب کے اسی تسلسل کا حصّہ ہے۔ وہ جب حجاب اوڑھتی ہے تو گویا خاموش زبان میں یہ اعلان کرتی ہے کہ اس کی شناخت صرف بازار، فیشن اور صارفیت سے متعین نہیں ہوتی۔ اس کے وجود کے پیچھے ایک عقیدہ، ایک اخلاقی تصور، ایک تہذیبی حافظہ اور ایک روحانی وابستگی موجود ہے۔ حجاب اس کے لیے دنیا سے فرار نہیں؛ بلکہ دنیا کے ہجوم میں اپنی شناخت محفوظ رکھنے کا ایک طریقہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی مسلم خواتین حجاب کو کمزوری نہیں بلکہ اعتماد، وقار اور خود شناسی کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔

حجاب کے ناقدین اکثر یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ عورت کو اپنے جسم اور لباس کے بارے میں مکمل آزادی ہونی چاہیے۔ یہ اصول اپنی جگہ درست ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس آزادی کا اطلاق ہر عورت پر یکساں کیوں نہیں ہوتا؟ اگر ایک عورت مختصر لباس کو اپنی آزادی سمجھتی ہے تو اس کا احترام ضروری ہے؛ مگر اگر دوسری عورت اپنے مذہبی شعور کے مطابق حجاب کو اپنی آزادی سمجھتی ہے تو اس کے انتخاب کا احترام بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ آزادی کا سب سے خوبصورت امتحان یہی ہے کہ ہم اس انتخاب کا بھی احترام کریں جو ہمیں پسند نہیں۔ اگر ہم واقعی آزاد معاشرے کے قائل ہیں تو ہمیں عورت کے حجاب کو بھی اتنی ہی سنجیدگی سے قبول کرنا ہو گا جتنی اس کے کسی دوسرے ذاتی انتخاب کو۔

جدید دنیا نے عورت کے لیے تعلیم اور روزگار کے بے شمار دروازے کھولے ہیں۔ یہ ایک مثبت پیش رفت ہے۔ لیکن مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ترقی کا تصور کسی مخصوص لباس، مخصوص ظاہری شکل یا مخصوص تہذیبی سانچے سے وابستہ کر دیا جائے۔ کیا ایک حجاب پوش ڈاکٹر کم قابل ڈاکٹر ہے؟ کیا ایک باحجاب استاد کی علمی صلاحیت کم ہو جاتی ہے؟ کیا ایک باحجاب سائنس دان کی تحقیق کی اہمیت کم ہو جاتی ہے؟ کیا ایک باحجاب صحافی کی فکر کم معتبر ہو جاتی ہے؟ یقیناً نہیں۔ انسان کی قابلیت اس کے لباس سے نہیں، اس کے علم، کردار، صلاحیت اور خدمت سے متعین ہونی چاہیے۔ حجاب کسی عورت کے ذہن کو نہیں ڈھانپتا؛ وہ اس کے لباس کا ایک حصّہ ہے۔ اس کے باوجود بعض معاشروں میں ایک باحجاب عورت کو دیکھ کر اس کی قابلیت، ذہانت یا جدید شعور کے بارے میں پہلے ہی سے فیصلے قائم کر لیے جاتے ہیں۔ یہ رویہ بھی اسی تعصب کی ایک شکل ہے جس کے خلاف انسانی حقوق کی زبان بلند کی جاتی ہے۔

حجاب کے بارے میں ایک اور غلط تصور یہ ہے کہ یہ صرف خواتین کا مسئلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی معاشرت میں حیا کا تصور مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ مرد کے لیے نگاہ کی حفاظت، عورت کے لیے لباس اور حیا کے تقاضے، گفتگو کے آداب، معاشرتی حدود اور باہمی احترام — یہ سب ایک مکمل اخلاقی نظام کا حصّہ ہیں۔ اس لیے حجاب کو صرف عورت کے لباس تک محدود کر دینا بھی اسلامی تصورِ حیا کو محدود کر دینا ہے۔ اسلام ایک ایسی معاشرت چاہتا ہے جہاں عورت کو محض جسم نہ سمجھا جائے، جہاں اس کی شخصیت کو اس کے ظاہری حسن سے آگے دیکھا جائے، جہاں مرد کی نگاہ بھی ذمّہ دار ہو اور عورت کی عزّت بھی محفوظ ہو۔ یہی حیا کا وسیع تر تصور ہے۔

آج دنیا بھر میں ایسی مسلم خواتین موجود ہیں جو حجاب کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہی ہیں، طب کے شعبے میں خدمات انجام دے رہی ہیں، جامعات میں تدریس کر رہی ہیں، تحقیق کر رہی ہیں، صحافت سے وابستہ ہیں، کاروبار کر رہی ہیں اور مختلف سماجی و انسانی خدمت کے میدانوں میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ ان کے لیے حجاب زندگی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ ان کی شناخت کا حصّہ ہے۔ یہ منظر ایک اہم حقیقت سامنے لاتا ہے: حجاب نے عورت کو دنیا سے چھپایا نہیں؛ بہت سی خواتین نے حجاب کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے۔ یہی حجاب کی وہ تعبیر ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ حجاب دیوار نہیں، اگر اسے شعور کے ساتھ اختیار کیا جائے تو وہ شناخت بن سکتا ہے۔ حجاب خاموشی نہیں، وہ اپنے عقیدے کے اظہار کی ایک زبان ہو سکتا ہے۔ حجاب کمزوری نہیں، وہ بعض حالات میں اپنے اصولوں پر قائم رہنے کا حوصلہ بن سکتا ہے۔

آج مسلمان نوجوان ایک ایسے عالمی ماحول میں پروان چڑھ رہے ہیں جہاں فیشن، اشتہارات، سوشل میڈیا اور صارفیت نے خوب صورتی کے مخصوص پیمانے قائم کر دیے ہیں۔ خوب صورتی کو ظاہری جسم، لباس اور نمائش کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ ایسے ماحول میں حجاب محض ایک فقہی مسئلہ نہیں رہتا؛ وہ ایک فکری تربیت کا مسئلہ بھی بن جاتا ہے۔ نوجوان مسلمان لڑکی کو یہ سمجھانا ہو گا کہ اس کی قدر اس کے جسم کی نمائش میں نہیں، اس کی شخصیت، علم، اخلاق، صلاحیت اور کردار میں ہے۔ اسے یہ بھی سمجھنا ہو گا کہ حجاب محض سر پر کپڑا رکھنے کا نام نہیں؛ حجاب کے ساتھ کردار کا حجاب، نگاہ کا حجاب، گفتگو کا حجاب، رویے کا حجاب اور دل کی پاکیزگی بھی مطلوب ہے۔ کیونکہ اگر لباس حجاب میں ہو مگر کردار بے حجاب ہو تو حجاب کا مقصد ادھورا رہ جاتا ہے۔

مسلمان معاشرے کو یہ بھی سمجھنا ہو گا کہ حجاب کی پوری ذمّہ داری عورت کے کندھوں پر ڈال دینا اسلامی تعلیم کا مکمل تصور نہیں۔ اگر عورت سے حیا کا مطالبہ ہے تو مرد سے بھی نگاہ کی حفاظت کا مطالبہ ہے۔ اگر عورت سے پاکیزہ لباس کی توقع ہے تو مرد سے بھی پاکیزہ کردار مطلوب ہے۔ اگر عورت کو عزت دینے کی تعلیم ہے تو مرد کو بھی اپنی نگاہ، زبان اور رویے کی نگرانی کرنی ہو گی۔ اس لیے حجاب کی تحریک صرف خواتین کی تحریک نہیں ہونی چاہیے؛ یہ پورے معاشرے کی تحریکِ حیا ہونی چاہیے۔

مروہ الشربینیؒ کی داستان کو صرف جذباتی واقعے کے طور پر یاد کرنا کافی نہیں۔ ان کی یاد ہمیں کئی بنیادی سبق دیتی ہے۔ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ مذہبی شناخت کے احترام کے بغیر آزادی ادھوری ہے۔ یہ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ قانون کی بالادستی صرف قانون کی کتابوں میں نہیں بلکہ کمزور انسان کے تحفّظ میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ہمیں سمجھاتی ہے کہ تعصب اگر معمولی مذاق اور نفرت انگیز الفاظ سے شروع ہو تو کبھی کبھی سنگین تشدّد تک پہنچ سکتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ واقعہ ہمیں یہ سوال دیتا ہے: کیا ہم واقعی ایسے معاشرے کی تعمیر چاہتے ہیں جہاں ہر انسان کو اپنے ایمان، ضمیر اور شناخت کے مطابق جینے کا حق حاصل ہو؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو حجاب کے حق کو بھی اسی اصول کے تحت تسلیم کرنا ہو گا۔

حجاب کو اگر صرف کپڑے کی سطح پر دیکھا جائے تو اس کا مفہوم بہت محدود ہو جاتا ہے۔ ایک مومن عورت کے لیے حجاب دراصل ایک خاموش عہد ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کے حکم کو اپنی خواہش پر ترجیح دے گی۔ کہ وہ اپنی شخصیت کو محض ظاہری حسن تک محدود نہیں ہونے دے گی۔ کہ وہ حیا کو کمزوری نہیں سمجھے گی۔ کہ وہ اپنی مذہبی شناخت پر شرمندہ نہیں ہو گی۔ کہ وہ علم، کردار اور خدمت کے میدان میں آگے بڑھے گی، مگر اپنی اخلاقی اور دینی حدود کو فراموش نہیں کرے گی۔ اور یہ عہد کسی ایک دن کا محتاج نہیں۔ حجاب کا اصل دن وہ دن ہے جب ایک عورت اپنے ربّ کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے لباس، اپنی نیت اور اپنے کردار کے بارے میں مطمئن ہو۔

ستمبر ہمیں مروہ الشربینیؒ کی یاد دلاتا ہے، مگر مروہ کی داستان صرف ایک شہادت کی داستان نہیں؛ یہ اختیار، وقار، مذہبی آزادی اور انسانی احترام کی داستان بھی ہے۔ ہمیں حجاب کے دفاع میں نفرت نہیں، دلیل چاہیے۔ شور نہیں، شعور چاہیے۔ دوسروں کی تحقیر نہیں، اپنے کردار کی بلندی چاہیے۔ اور سب سے بڑھ کر ہمیں یہ ثابت کرنا ہو گا کہ حجاب اختیار کرنے والی عورت علم، اخلاق، خدمت اور انسانیت کے میدان میں کسی سے پیچھے نہیں۔ حجاب کا سب سے مؤثر جواب خوب صورت کردار ہے۔

حجاب کا سب سے مضبوط دفاع باشعور مسلمان عورت ہے۔ حجاب کی سب سے روشن دعوت ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں مرد بھی حیا کا پیکر ہو، عورت بھی وقار کی علامت ہو، قانون سب کے لیے برابر ہو اور ہر انسان کو اپنے جائز مذہبی و شخصی انتخاب کے ساتھ عزت سے جینے کا حق حاصل ہو۔ مروہ الشربینیؒ چلی گئیں، مگر ان کی یاد نے ایک سوال زندہ چھوڑ دیا: کیا ایک عورت کو اپنے رب کی اطاعت کے لیے اپنے لباس کا انتخاب کرنے کا حق ہے؟ اس سوال کا جواب صرف مسلمان عورت کے لیے نہیں، پوری انسانیت کے لیے اہم ہے۔ کیونکہ جس معاشرے میں انسان کو اپنے ضمیر، عقیدے اور شناخت کے مطابق جینے کی آزادی حاصل ہو، وہی معاشرہ حقیقی معنوں میں مہذب کہلانے کا مستحق ہے۔

اور حجاب؟
حجاب محض سر ڈھانپنے کا نام نہیں؛
یہ اس یقین کا نام ہے کہ انسان کی اصل عظمت اس کے ظاہر کی نمائش میں نہیں،
اس کے باطن کی پاکیزگی، کردار کی بلندی اور اپنے ربّ سے وفاداری میں ہے۔

📅 (۰۶،۰۹،۲۰۲۶ء)

Masood M. Khan (Mumbai)
masood.media4040@gmail.com

" غزل "

بازارِ نفرتوں میں یوں کھونے نہیں دوں گا
ہو جاؤ تم کسی کے یہ ہونے نہیں دوں گا

ہر دم بسائے رکھو گے دل میں جو میرا نام
وعدہ رہا تمہیں کبھی رونے نہیں دوں گا

خاکِ وطن کو تم نے تو ناپاک کر دیا
نفرت کے بیج اب تمہیں بونے نہیں دوں گا

آؤں گا ترے خواب میں وعدہ رہا میرا
تڑپے گا ساری رات تو سونے نہیں دوں گا

اس کائناتِ بزم میں میں اپنا اے سعیدؔ
کچھ اور رُکو بوجھ میں ڈھونے نہیں دوں گا

ثمیر سعید
متعلم: جامعہ امام ابنِ تیمیہ
مشرقی چمپارن، بہار الہند۔۔

بچوں کی صحیح دینی و اخلاقی تربیت، اور والدین کی ذمہ داریاں

از۔
علی احمد نظامی
دارالعلوم اہلسنت مصباح العلوم بلوکھ سدھارتھ نگر

بچے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ایک عظیم نعمت اور امانت ہیں۔ ان کی صحیح دینی و اخلاقی تربیت کرنا ہر مسلمان والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ موجودہ دور میں، جہاں جدید ٹیکنالوجی اور مغرب زدہ ثقافت کے اثرات تیزی سے بڑھ رہے ہیں، بچوں کو دین کی بنیادی تعلیمات اور اسلام کی روح سے روشناس کروانا اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔

اسلام میں اولاد کی تربیت کو بنیادی فرض قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے
،اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔
"(سورۃ التحریم:٦)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت (زیر کفالت لوگوں) کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"
(صحیح بخاری)

اگر ہم بچوں کو بچپن ہی سے دینی ماحول دیں گے تو ان کے عقائد مضبوط ہوں گے، وہ اچھے اخلاق کے مالک بنیں گے اور معاشرے کے بہترین اور کارآمد شہری ثابت ہوں گے۔

بچوں کو دین سکھانا صرف چند کتابیں پڑھانے کا نام نہیں، بلکہ ان کی شخصیت کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا نام ہے۔ اس کے لیے درج ذیل طریقے اپنائے جا سکتے ہیں:

خود نمونہ بنیں کیوں کہ بچے نصیحت سے زیادہ عمل سے سیکھتے ہیں۔ اگر والدین خود نماز کے پابند، سچے، بااخلاق اور تلاوت کرنے والے ہوں گے تو بچے بھی وہی عادتیں اختیار کریں گے۔

جب بچہ بولنا شروع کرے تو اسے اللہ کا نام اور کلمہ طیبہ سکھائیں۔ اسے پیار سے بتائیں کہ ہمارا خالق اور مالک کون ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔

سات سال کی عمر سے ہی بچوں کو پیار اور نرمی کے ساتھ اپنے ساتھ نماز کے لیے کھڑا کریں۔ مسجد لے جائیں تاکہ ان میں باجماعت نماز اور دینی ماحول سے محبت پیدا ہو۔

بچوں کو ناظرہ قرآن کے ساتھ ساتھ اس کی چھوٹی سورتوں کا ترجمہ اور مفہوم بھی ان کی عمر کے مطابق سمجھائیں۔

بچوں کو کارٹون یا بے مقصد کہانیوں کے بجائے انبیاء علیہ السلام، صحابہ کرامؓ اور اسلامی ہیروز کی سچی اور سبق آموز کہانیاں سنائیں۔ اس سے ان کا ذہن مضبوط ہو گا اور وہ اسلامی تاریخ سے روشنی حاصل کریں گے۔

کھانا کھانے کی دعا، سونے اور جاگنے کی دعا، اور گھر میں داخل ہونے کی دعائیں بچوں کو یاد کروائیں اور خود بھی ان کا اہتمام کریں۔

دین کی تعلیم میں سب سے اہم بات نرمی اور صبر ہے۔ بچوں پر سختی کرنے یا ڈرانے دھمکانے سے وہ دین سے دور ہو سکتے ہیں۔

حوصلہ افزائی کریں: جب بچہ کوئی اچھا کام کرے مثلاً نماز پڑھے یا کسی کی مدد کرے تو اس کی تعریف کریں اور چھوٹا موٹا تحفہ دیں۔

آج کے دور میں بچوں کے ذہن میں بہت سے سوالات آتے ہیں۔ ان کے سوالات پر غصہ ہونے کے بجائے حکمت اور پیار سے دینی روشنی میں جواب دیں۔

بچوں کو دین سکھانا ایک مسلسل سفر اور محنت کا کام ہے۔ اگر ہم بچپن ہی سے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، اور دین کا احترام پیدا کر دیں، تو یہی اولاد ہمارے لیے دنیا میں عزّت اور آخرت میں صدقہ جاریہ اور مغفرت کا ذریعہ بنے گی۔

کامیابی کی پہلی سیڑھی والدین کی دعا

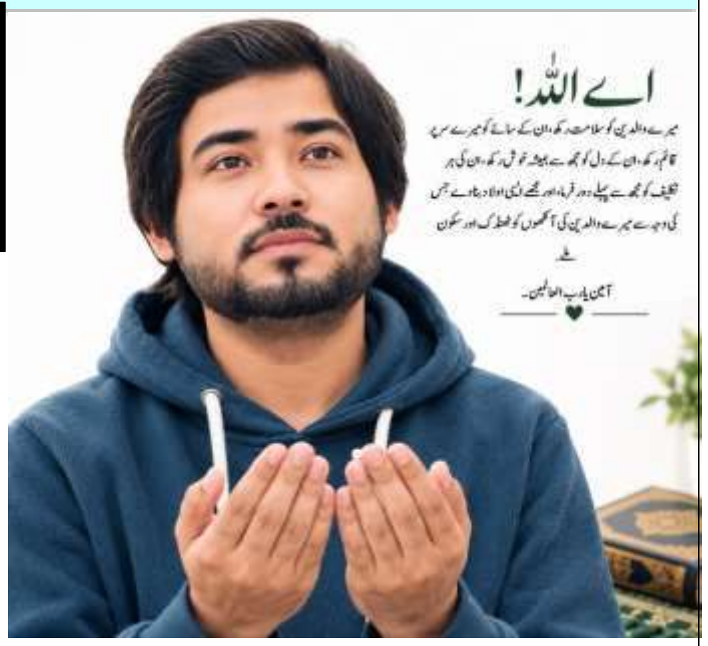

دنیا خفا ہو تو ہونے دو، اگر ماں باپ راضی ہیں تو بادشاہ ہو تم؛ اور اگر ماں باپ ناراض ہیں تو ریشم کے تکیے بھی سکون نہیں دیتے۔

آج میں اپنی کہانی کسی کتاب سے نہیں، اپنی زندگی سے سنانا چاہتا ہوں۔ میری زندگی میں جو کچھ بھی اچھا ہے، جو تھوڑی بہت کامیابی ملی، جو مشکل وقت میں دل مضبوط رہا، اس کے پیچھے دو ہستیاں کھڑی ہیں، میرے والدین۔

یقیناً تعلیم کامیابی کے لیے ضروری ہے، محنت ضروری ہے، ہنر ضروری ہے اور منزل تک پہنچنے کے لیے مسلسل جدوجہد بھی ضروری ہے۔ لیکن زندگی کے سفر میں ایک حقیقت میں نے بہت قریب سے محسوس کی ہے، والدین کی دعا ان سب چیزوں سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔

دنیا کی کامیابی ہو یا آخرت کی، والدین کی دعا انسان کے ساتھ ایسے چلتی ہے جیسے زندگی کے ساتھ سانس۔

مجھے آج بھی سب سے زیادہ خوشی اس وقت محسوس ہوتی ہے جب میں اپنے والدین کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھتا ہوں۔ یقین مانیں، اُس لمحے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں دنیا کی سب سے بڑی کامیابی حاصل کر چکا ہوں۔

میرے والد محترم انتہائی سادہ مزاج، خاکسار، نرم دل اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی میرے ساتھ سخت ناراضی کا اظہار کیا ہو۔ لیکن اولاد چاہے کتنی ہی خوش نصیب کیوں نہ ہو، اس سے غلطیاں تو ہوتی ہی ہیں، مجھ سے بھی ہوئی ہیں، اور شاید والدین کی عظمت کا احساس بھی انسان کو ایک دم نہیں ہوتا؛ یہ احساس عمر کے ساتھ آہستہ آہستہ دل میں اترتا ہے۔

میری والدہ رسمی تعلیم سے زیادہ وابستہ نہیں رہیں۔ گھریلو زندگی کے بعض معاملات میں ہمارے درمیان سوچ کا اختلاف بھی ہوا۔ ایک مرتبہ گھر کے باہمی اختلاف کی وجہ سے میری والدہ مجھ سے کئی دن تک ناراض رہیں۔ آج بھی میرا ماننا ہے کہ اس معاملے میں میری نیت غلط نہیں تھی اور میں نے جان بوجھ کر کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا جس سے انہیں تکلیف پہنچے۔

لیکن آج، اتنے برس بعد، میں یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ والدین کو ناراض کر دینے کے بعد اپنی صفائی پیش کرنے سے زیادہ اہم ان کے دل کو دوبارہ جیتنا ہے۔

اسی لیے اگر میری والدہ کو کبھی میری کسی بات، کسی رویے یا کسی فیصلے سے دکھ پہنچا ہو تو میں آج بھی ان کی زندگی میں ان سے معافی کا طلب گار ہوں۔

امی! اگر کبھی میری وجہ سے آپ کا دل دکھا ہو تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔

ایک اور واقعہ ہے جس کا بوجھ شاید میرے دل پر ہمیشہ رہے گا۔

نماز کی امامت کے ایک معاملے پر میری اپنے والد محترم سے کچھ ان بن ہو گئی۔ نماز کے بعد میں نے وہ بات سب کے سامنے اٹھا دی اور اپنے والد ہی کو کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔ شاید اُس وقت مجھے اپنی بات درست محسوس ہو رہی تھی، شاید مجھے اپنے موقف پر بہت یقین تھا، لیکن آج جب اُس واقعے کو یاد کرتا ہوں تو دل شرمندگی سے جھک جاتا ہے، مجھے یہ بات سب کے سامنے نہیں کرنی چاہیے تھی۔

والد سے اختلاف ہو سکتا تھا، اپنی بات کہی جا سکتی تھی، لیکن ان کی عزت کو سب کے سامنے مجروح کرنا کسی صورت درست نہیں تھا۔

مجھے آج بھی وہ لمحہ یاد ہے جب میرے والد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

وہ آنسو شاید میری زندگی کے ان چند مناظر میں سے ہیں جنہیں انسان بھولنا چاہے تو بھی نہیں بھول سکتا۔

اور آج نہ جانے کیوں میرے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ شاید کبھی میرے والد یہ کالم پڑھیں۔

ابو! اگر یہ الفاظ آپ کی نظر سے گزریں تو میں سب کے سامنے آپ سے معافی مانگتا ہوں۔

وہ حرکت میری زندگی کے اُس دور کی تھی جب میں اسکول کی سطح پر تھا اور نادانی کی عمر میں تھا۔ اُس وقت شاید میں سمجھتا تھا کہ اپنی بات منوانا ہی درست ہونے کی علامت ہے۔ لیکن آج سمجھ آیا ہے کہ کسی بحث میں جیت جانا اور کسی اپنے کا دل جیت لینا، دونوں الگ چیزیں ہیں۔ والد کے ساتھ وہ نازیبا رویہ اُس وقت ہوا تھا جب میں کم عمری اور نادانی کے دور میں تھا۔ والدہ کے ساتھ جو واقعہ ہوا، اُس وقت میں شعور اور عمر کے ایک دوسرے مرحلے میں پہنچ چکا تھا۔ لیکن دونوں واقعات کا اصل سبق مجھے بہت بعد میں سمجھ آیا، تب، جب میں خود ایک باپ بنا۔

جب پہلی مرتبہ میری اپنی اولاد نے مجھے اپنی کسی چھوٹی سی بات سے خوش کیا، جب ان کی کسی شرارت پر غصہ آیا اور پھر چند لمحوں بعد دل نے انہیں معاف کر دیا، جب رات کو ان کے سونے کے بعد میں نے ان کے چہروں کو دیکھا — تب مجھے سمجھ آیا کہ والدین اولاد کے لیے کیا ہوتے ہیں۔

تب احساس ہوا کہ جن باتوں پر کبھی ہم اپنے والدین سے بحث کیا کرتے تھے، وہ شاید ان کی محبت، فکر اور تربیت کا دوسرا نام تھیں۔

انسان والدین کو صرف ان کی اولاد بن کر مکمل طور پر نہیں سمجھتا؛ کبھی کبھی اسے والدین کو سمجھنے کے لیے خود والدین بننا پڑتا ہے۔

اسی لیے آج میں یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ والدین کی محبت کا کوئی نعم البدل نہیں، میں نے اپنے والد کو تقریباً پچاس برس کی عمر میں اپنے والد، یعنی میرے دادا جان کے پاؤں دباتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، وہ منظر آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے، میرے والد اُس عمر میں بھی اپنے والد کے سامنے بیٹے ہی تھے۔

تب مجھے شاید اس منظر کی گہرائی کا اندازہ نہیں تھا، لیکن آج سمجھتا ہوں کہ باپ چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جائے، اپنے باپ کے سامنے بیٹا ہی رہتا ہے۔

اور شاید یہی رشتہ اولاد کو عاجزی سکھاتا ہے۔ ہم اپنے بچوں سے چاہتے ہیں کہ وہ ہمارا احترام کریں، ہمارے بڑھاپے میں ہمارا سہارا بنیں، ہماری بات سنیں اور ہماری پریشانی سمجھیں، تو پھر ہمیں بھی اپنے والدین کے ساتھ وہی سلوک کرنا ہو گا جو ہم اپنی اولاد سے اپنے لیے چاہتے ہیں۔

قرآن کریم والدین کے بارے میں کہتا ہے کہ کہو اے میرے رب:

"ان دونوں پر رحم فرما، جیسے انہوں نے بچپن میں مجھے پالا"

کتنی خوبصورت بات ہے کہ قرآن ہمیں والدین کے سامنے اپنی بڑائی دکھانے کے بجائے عاجزی اختیار کرنے اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرنے کا سبق دیتا ہے۔

قرآن کریم ایک اور مقام پر والدین کے بارے میں فرماتا ہے

"ان دونوں کے لیے رحمت کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکا دو۔"

دنیا ہمیں بڑا بننے کا سبق دیتی ہے، قرآن ہمیں والدین کے سامنے جھکنے کا سبق دیتا ہے۔

شاید والدین کے سامنے جھک جانا ہی وہ جھکنا ہے جس میں انسان حقیقت میں بلند ہو جاتا ہے

اگر آپ نیک ہیں، صالح ہیں، اطاعت گزار ہیں اور اپنے والدین کے لیے سکون کا سبب ہیں تو آپ کامیاب ہیں۔

میں نے اپنی زندگی میں اس حقیقت کو بہت قریب سے محسوس کیا ہے۔

کئی ماہ ایسے گزرے جب میرے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ تقریباً سات، آٹھ ماہ میں نے ملازمت نہیں کی۔ حالات آسان نہیں تھے، لیکن اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ آج تک اللہ نے مجھے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے نہیں دیا۔ اُس وقت میرے پاس ملازمت نہیں تھی، آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں تھا، لیکن دل میں ایک عجیب سا اطمینان تھا کہ میرا رب مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔

آج جب میں اُن حالات کو یاد کرتا ہوں تو مجھے شدت سے محسوس ہوتا ہے

کہ شاید میری سب سے بڑی طاقت میرے والدین کی دعائیں تھیں

خاص طور پر میرے والد سے جب بھی فون پر بات ہوتی ہے، وہ گفتگو کا آغاز ہی میری کامیابی اور میرے بہتر مستقبل کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ ان کی زبان سے نکلنے والی وہ دعائیں میرے لیے ایسی ڈھال محسوس ہوتی ہیں جس کا اثر شاید اُس وقت مجھے دکھائی نہیں دیتا، مگر دل اسے محسوس ضرور کرتا ہے، اب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو دل کہتا ہے:

میرے پاس اُس وقت ملازمت نہیں تھی، مگر میرے پاس میرے والدین کی دعاؤں جیسی بہت بڑی دولت تھی۔

میں اپنی کسی قابلیت، تدبیر یا طاقت کو اس کا کریڈٹ نہیں دینا چاہتا۔ بس اتنا محسوس کرتا ہوں کہ میرے رب کی رحمت کے بعد میرے والدین کی دعائیں میری زندگی کا وہ خاموش سہارا رہی ہیں، جو ہر مشکل وقت میں میرے ساتھ کھڑی رہی ہیں

اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ کہ میرے رب نے مجھے ایسی دولت عطا کی، جس کی کوئی قیمت نہیں اور جس کا کوئی نعم البدل نہیں، جس شخص کے لیے اس کے والد کی زبان دعا بن جائے، اسے دنیا کی مشکلات سے لڑنے کی ہمت کیوں نہ ملے؟

ہم اپنی اولاد کی کامیابی کے لیے بڑے بڑے خواب دیکھتے ہیں۔ انہیں مہنگے اسکولوں میں پڑھاتے ہیں، بہترین تعلیم دیتے ہیں، دنیا کے ہنر سکھاتے ہیں۔ لیکن ایک چیز کبھی نہیں بھولنی چاہیے بچوں کو صرف کامیاب بنانا کافی نہیں، انہیں صالح بنانا ضروری ہے۔

انہیں دین کی تعلیم دیں، اچھے اور برے کی تمیز سکھائیں، والدین کا احترام سکھائیں اور انسانیت سے محبت سکھائیں، اور سب سے بڑھ کر انہیں اپنے عمل سے دکھائیں کہ والدین کی خدمت کیا ہوتی ہے۔

کیونکہ اولاد کو والدین کی عزت پر تقریر سنانے سے زیادہ مؤثر یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کو اپنے والدین کی عزت کرتے ہوئے دیکھے۔

میں آج اپنے والدین سے صرف معافی نہیں مانگ رہا، بلکہ ان کے سامنے اپنے دل کی ایک حقیقت بھی رکھ رہا ہوں:

میرے والدین! میں نے شاید آپ کو ہمیشہ وہ عزت، وہ سکون اور وہ اطمینان نہیں دیا جس کے آپ مستحق تھے۔

کبھی میری زبان سے، کبھی میرے رویے سے، کبھی میری ضد سے، کبھی میری نادانی سے آپ کا دل دکھا ہو تو آج میں اپنی تمام غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ دونوں سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ دونوں کی دعاؤں کے بغیر میری کامیابی میرے لیے ادھوری ہے۔ اور اگر کبھی مجھے زندگی میں کوئی مقام ملے، کوئی عزت ملے، کوئی کامیابی ملے، تو میں یہ نہیں بھولنا چاہتا کہ اس کامیابی کے پیچھے میری محنت سے پہلے میرے والدین کی دعائیں تھیں۔

آخر میں اپنے بچوں سے بھی یہی کہنا چاہتا ہوں: اپنے والدین کو صرف اُس وقت یاد نہ کریں جب آپ کو ان کی ضرورت ہو۔

ان کے پاس بیٹھیں، ان کی بات سنیں۔

ان سے اختلاف ہو تو بھی لہجہ نہ بدلیں۔

ان کی خدمت کو بوجھ نہیں، سعادت سمجھیں، اور اگر آپ کے والدین آج بھی زندہ ہیں تو یقین کیجیے، آپ کے پاس دنیا کی سب سے قیمتی نعمتوں میں سے ایک موجود ہے۔

ان کے ہاتھ چوم لیجیے، ان کے پاس بیٹھ جایئے، ان سے دعائیں لے لیجیے کیونکہ ایک دن یہی ہاتھ نہیں ہوں گے، یہی آواز نہیں ہوگی، یہی چہرہ آپ کو دروازے پر انتظار کرتا ہوا نظر نہیں آئے گا

پھر شاید آپ کے پاس صرف یادیں ہوں گی، اور دل میں ایک سوال

کاش! میں نے اُس وقت ان سے ایک بار اور بات کر لی ہوتی۔

اس لیے آج ہی والدین کو خوش کر لیجیے۔ ان سے معافی مانگنے میں دیر نہ کیجیے۔ ان کی دعائیں لے لیجیے۔

کیونکہ دنیا کی کامیابی شاید انسان کے نام کے ساتھ لکھی جاتی ہے، مگر والدین کی دعا انسان کی زندگی کے راستے روشن کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اور میرے نزدیک کامیابی کی پہلی سیڑھی یہی ہے

اے اللہ

میرے والدین کو سلامت رکھ، ان کی ہر تکلیف کو دور فرما، اور مجھے ایسی اولاد بنا دے جس سے میرے والدین کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون ملے۔ آمین یارب العالمین۔

اسلم خان ابنِ یونس
دوحہ - قطر

بچوں کی تعلیم و تربیت والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری

ابن اشرف متعلم: مظاہر علوم سہارنپور

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»

تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

یہ حدیثِ مبارک ہمیں یہ احساس دلاتی ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے، اور اس امانت کے بارے میں والدین سے بھی سوال کیا جائے گا۔ اس لیے والدین کو صرف بچوں کے مستقبل، روزگار، ڈگری اور عہدے کی فکر نہیں کرنی چاہیے، بلکہ ان کے ایمان، عقیدہ، اخلاق، کردار اور دینی تربیت کی بھی فکر کرنی چاہیے۔

آج ہم اپنے بچوں کے لیے اچھے سے اچھے اسکول، کالج اور یونیورسٹی تلاش کرتے ہیں، ان کی فیس کے لیے اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں، کوچنگ اور ٹیوشن کا انتظام کرتے ہیں، تاکہ ہمارا بچہ بڑا ہو کر ڈاکٹر، انجینئر، وکیل یا کسی بڑے عہدے پر فائز ہو؛ یہ سب اپنی جگہ ضروری ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے اس کے ایمان اور کردار کے لیے بھی اتنی ہی فکر کی؟

یاد رکھیے! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس وسائل دیے ہیں، ہمیں اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کی استطاعت دی ہے، تو یہ ہماری خوش نصیبی ہے؛ لیکن ان وسائل کے ساتھ ایک بڑی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم نے بچے کو ایک اچھے اسٹینڈرڈ کے انگلش اسکول میں داخل کرا دیا، پھر بہترین کالج اور یونیورسٹی تک پہنچا دیا، لیکن قرآن، عقیدہ، نماز، حلال و حرام اور اسلامی اخلاق کی بنیادی تعلیم سے اسے دور رکھا تو ہم نے اس کی دنیا تو سنوارنے کی کوشش کی، مگر آخرت کو خطرے میں ڈال دیا۔

اور عصرِ حاضر میں اس غفلت کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

آج ہمارے بعض نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایسے ماحول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جہاں انہیں مختلف مذاہب، نظریات، تہذیبوں اور فکری رجحانات سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ بذاتِ خود کوئی برائی نہیں؛ علم سے واقف ہونا ضروری ہے، لیکن اگر بچے کے اندر اپنے دین کی بنیادی سمجھ، اپنے عقیدے پر اعتماد اور حلال و حرام کا شعور ہی پیدا نہیں کیا گیا تو وہ مختلف فکری اور اخلاقی چیلنجز کے سامنے آسانی سے متاثر ہو سکتا ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض مسلم نوجوان دینی کم علمی اور کمزور تربیت کی وجہ سے اپنے مذہبی تشخص سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ بعض غیر مسلم افراد سے شادی کو معمولی بات سمجھنے لگتے ہیں، بعض ایسے تعلقات کو بھی قابلِ اعتراض نہیں سمجھتے جنہیں اسلام نے واضح طور پر حرام قرار دیا ہے، اور Living Relationship جیسی مغربی معاشرتی اصطلاحات بعض نوجوانوں کے ذہن میں اس حد تک معمول بن رہی ہیں کہ انہیں اس کے دینی اور اخلاقی انجام کا احساس تک نہیں رہتا۔

یہاں ہمیں ذرا رک کر سوچنا چاہیے کہ آخر یہ صورتِ حال کیوں پیدا ہوئی؟

کیا صرف بچے ہی قصوروار ہیں؟

یقیناً انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، اور کوئی شخص اپنے گناہ کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈال سکتا؛ لیکن والدین اور معاشرے کی تربیتی ذمہ داری کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اگر ہم بچوں کی لغزشوں اور انحرافات میں ان کی اپنی غلطی کو ساٹھ فیصد سمجھیں تو بعض حالات میں باقی چالیس فیصد ذمہ داری ہماری ناقص Parenting، کمزور تربیت اور والدین کی غفلت پر بھی آتی ہے۔ یہ کوئی شرعی یا سائنسی تناسب نہیں، بلکہ اپنی ذمہ داری کا احساس دلانے کے لیے ایک مثال ہے۔

ہم نے بچے کو موبائل دے دیا، انٹرنیٹ دے دیا، آزادی دے دی، مہنگے اسکول اور کالج میں داخلہ دے دیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ انٹرنیٹ پر کیا دیکھنا ہے اور کیا نہیں؛ کس سے دوستی کرنی ہے اور کس سے نہیں؛ کون سا نظریہ قبول کرنا ہے اور کون سا نہیں؛ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے؛ ایمان کیا ہے اور کفر کیا ہے؛ نکاح کیا ہے اور ناجائز تعلق کیا ہے۔

پھر جب بچہ بڑا ہو کر غلط راستے پر چل پڑتا ہے تو ہم کہتے ہیں:

"ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ ہمارا بچہ ایسا بن جائے گا!"

والدین! بچے اچانک نہیں بدلتے، اکثر تبدیلیاں آہستہ آہستہ آتی ہیں۔ پہلے نماز چھوٹتی ہے، پھر قرآن سے تعلق کم ہوتا ہے، پھر دینی باتیں بوجھ محسوس ہونے لگتی ہیں، پھر غلط صحبت ملتی ہے، پھر غلط نظریات داخل ہوتے ہیں، اور آخرکار انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فرق بھی مشکل محسوس ہونے لگتا ہے۔

اسی لیے تربیت کا کام اس وقت شروع نہیں ہونا چاہیے جب بچہ بگڑ جائے؛ تربیت تو اس وقت شروع ہونی چاہیے جب بچہ آپ کی گود میں ہو۔

والدین کو اپنے بچوں کو یہ سمجھانا ہو گا:

بیٹا! ہم مسلمان ہیں، ہم اہلِ ایمان ہیں۔ ہمارا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے، ہمارا دین اسلام ہے، ہماری کتاب قرآن مجید ہے اور ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہماری زندگی کا مقصد صرف دنیا حاصل کرنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنا ہے۔

بیٹی! تمہیں تعلیم حاصل کرنی ہے، دنیا میں آگے بڑھنا ہے، اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے، لیکن اپنی عزت، حیا، ایمان اور اسلامی شناخت کو قربان کر کے نہیں۔

بیٹا! تمہیں ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، پروفیسر یا افسر بننا ہے، لیکن اپنی کامیابی کی قیمت اپنا ایمان بنا کر نہیں چکانی۔

آج ہمیں اپنے بچوں کو صرف Career Education نہیں بلکہ Character Education بھی دینی ہے؛ صرف ڈگری نہیں، دین بھی دینا ہے؛ صرف زبانیں نہیں، اخلاق بھی سکھانے ہیں؛ صرف دنیا کے مقابلے کے لیے تیار نہیں کرنا بلکہ آخرت کے لیے بھی تیار کرنا ہے۔

الحمدللہ! ہمارے مدارس اس سلسلے میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ مدارس میں بچوں کو قرآن و حدیث، توحید، رسالت، آخرت، عبادات، اخلاق اور اسلامی تہذیب و اقدار کی تعلیم دی جاتی ہے۔ انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ دنیا کے علوم حاصل کرنا منع نہیں، بلکہ مفید علوم حاصل کرنا قوم کی ضرورت ہے؛ البتہ دنیاوی علم کے ساتھ ایمان اور کردار کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ دینی تعلیم کی اہمیت بیان کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم انگلش تعلیم، سائنس، ٹیکنالوجی، کالج یا یونیورسٹی کے مخالف ہیں۔ ہماری قوم کو اچھے حفاظ اور علماء کی بھی ضرورت ہے، اور اچھے ڈاکٹروں، انجینئروں، وکلاء، سائنس دانوں، اساتذہ اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کی بھی ضرورت ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا بچہ دین بھی جانے اور دنیا بھی؛ قرآن بھی پڑھے اور سائنس بھی؛ اسلامی تاریخ سے بھی واقف ہو اور جدید ٹیکنالوجی سے بھی؛ اپنے عقیدے پر بھی مضبوط ہو اور زمانے کے تقاضوں کو سمجھنے والا بھی ہو۔

ہم اپنے بچوں کو بڑے سے بڑا عہدہ دیں، لیکن ان کے دل میں یہ بات ضرور بٹھائیں کہ:

میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، مسلمان ہوں، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں۔ یہی میری سب سے بڑی پہچان ہے۔

اگر وہ ڈاکٹر بنے تو ایمان والا ڈاکٹر بنے، اگر وکیل بنے تو دیانت دار وکیل بنے، اگر انجینئر بنے تو امانت دار انجینئر بنے، اگر پروفیسر بنے تو کردار بنانے والا پروفیسر بنے، اور اگر کسی بڑے منصب تک پہنچے تو اسے یہ احساس رہے کہ منصب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

دنیاوی تعلیم اسے روزگار دے سکتی ہے، عہدہ دے سکتی ہے، شہرت دے سکتی ہے؛ لیکن دینی تعلیم اسے زندگی کا مقصد، حلال و حرام کا شعور اور آخرت کی جواب دہی کا احساس دیتی ہے۔

بچے کے ہاتھ میں موبائل دینے سے پہلے اسے صحیح اور غلط کا شعور دیں۔ اسے آزادی دینے سے پہلے ذمہ داری کا احساس دیں۔ اسے کالج اور یونیورسٹی بھیجنے سے پہلے دین کی بنیادی تعلیم دیں۔ اسے دنیا کے نظریات سے متعارف کرانے سے پہلے اپنے دین اور عقیدے کی بنیادی سمجھ دیں۔

کیونکہ آج کا بچہ کل کا صرف ایک فرد نہیں، کل کے معاشرے، قوم اور امت کا معمار ہے۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

"غزل"

تابش ردولوی
محلہ پورہ بساون
پوسٹ۔ ردولی
ضلع۔ ایودھیا

کس کی سنتا ہے، کس کی مانی ہے
عشق میں مطلق العنانی ہے

ہوش ہے پھر بھی خود سے بے خبری
جانے کیا چیز نو جوانی ہے

دِل سے بوئے وطن نہیں جاتی
لاکھ غربت میں قدر دانی ہے

دِل کے ہونے سے یہ ہُوا معلوم
کیا سمندر کی بیکرانی ہے

کتنے دریا ہیں موجزن مجھ میں
کس کی آنکھوں میں اِتنا پانی ہے

وضعداری ابھی جو ہے قائم
یہ وراثت بھی خاندانی ہے

لفظ میرا طواف کرتے ہیں
اب طبیعت میں وہ روانی ہے

فن کو پہنچا ہے آج جو تابش
زندگی بھر کی جاں فشانی ہے

(یو۔پی) پن۔ ۲۲۴۱۲۰
موبائل۔ ۹۵۸۰۲۲۸۰۰۳

مسلم شناخت مٹانے کی مہم اور بے بس مسلمان

سرفراز احمد قاسمی حیدرآباد
رابطہ:۸۰۹۹۶۹۵۱۸۶

بابری مسجد کے انہدام کے ساتھ ہی بھارت کے سیاسی اور سماجی حالات فرقہ پرستی کی لپیٹ میں آگئے تھے، جس کے بعد بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) ایک زبردست سیاسی قوت بن کر ابھری اور اقتدار پر قابض ہونے کے بعد انتہائی خاموش کے ساتھ ایسے اقدامات کئے، جس سے ہندوؤں کی اکثریت کو لگنے لگا کہ ملک کو ہندو راشٹر میں تبدیل کرنے اور رام راجیہ قائم کرنے کا وقت آپہنچا ہے، یہ اسکے لئے سب سے بہترین اور مناسب وقت ہے، کانگریس کے دس سالہ دور اقتدار میں فرقہ پرستی کے زہر کو پھیلنے سے روکنے کے بجائے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتارہا، بم دھماکوں اور فرضی انکاؤنٹر کے باعث ہندو برادری میں ایک خاموش پیغام گیا کہ ریموٹ کنٹرول سے چلنے والی منموہن سنگھ حکومت سے ملک کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہے، اس صورتحال کا بی جے پی نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس وقت کے چیف منسٹر گجرات نریندر مودی کو جو ایک سخت گیر ہندو قائد کے طور پر اپنی شناخت بنانے میں کامیاب ہو گئے، انھیں وزارت عظمی کے لئے مضبوط امیدوار کے طور پر پیش کیا گیا، میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے بیشتر گھرانوں نے بھی بی جے پی کو مرکز کا اقتدار دوبارہ واپس دلانے میں کلیدی کردار ادا کیا، مرکز میں مودی کے اقتدار سنبھالتے ہی ملک کے حالات تیزی سے بدلنا شروع ہو گئے اور این ڈی اے حکومت کے قیام کے بعد ریاستوں میں اقتدار دوسری پارٹیوں سے بی جے پی اتحاد کو منتقل ہونا شروع ہو گیا، ملک بھر میں فرقہ پرست عناصر کی جانب سے جبر و تشدد کے ایسے مظاہرے کئے گئے اور ایسے واقعات سامنے آتے رہے کہ ان کے باعث اس ملک کی دوسری بڑی اکثریت یعنی مسلمانوں میں احساس عدم سلامتی پیدا ہو گیا، مرکزی حکومت کے علاوہ بی جے پی ریاست والی حکومتوں کی جانب سے قانون سازی اور سرکاری اختیارات کا ایک مخصوص انداز میں استعمال کی وجہ سے مسلمانوں میں اضطراری کیفیت پیدا ہو گئی، طلاق ثلاثہ کے خلاف قانون سازی پر مختلف ملی تنظیموں بشمول آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے مختلف انداز سے اپنا احتجاج درج کروایا تھا، قانون سازی سے قبل مسلم تنظیموں نے ایسے تیور دکھائے تھے کہ گویا ایک نشست میں طلاق ثلاثہ کو غیر قانونی قرار دینے کو وہ کسی صورت قبول نہیں کریں گے اور اسکے لئے وہ ملک بھر میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کردیں گے، طلاق مغلظہ پر امتناع کو شریعت میں مداخلت پر محمول کرنے والے، ہمارے اکابرین نے مجہول قانون کو خاموشی سے قبول کرلیا، اس کے بعد مسلمانوں کی بڑی ملی تنظیموں خاص کر جمعیت علماء ہند، جماعت اسلامی، جمعیت اہل حدیث اور صوفی سجادہ نشین کونسل وغیرہ کے رہنماؤں نے نہ جانے کن حکمتوں یا مجبوریوں کے تحت ارباب حکومت سے اپنے تعلقات استوار کرلئے، جس کے نتیجے میں ملی مسائل پر ان کا نقطہ نظر اور لائحہ عمل دونوں ہی بدل گئے، کہا جاتا ہے کہ بھارتی مسلمانوں کو درپیش سنگین مسائل میں ہماری ملی تنظیموں کے اکابر، مومنانہ تدبر و فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے بجائے، اپنی اپنی تنظیموں کو مادی امور میں مشغول کردیا کوئی تنظیم اجتماعات منعقد کرنے میں مشغول، تو کوئی ایوینٹس اور کارنیولس منعقد کرتے ہوئے ملت کی معیشت کو مستحکم کرنے کوشاں ہو گئی، کوئی شریعت کے تابع سرمایہ کاری اور انشورنس پلانس کو وضع کرنے میں منہمک ہو گئی، یہ تنظیمیں ارباب حکومت سے اپنے خوشگوار تعلقات کے باوجود انہیں مخالف مسلم اقدامات سے باز رکھنے کی کوششیں کرنے کے بجائے نہ جانے کیوں حکومت کے ایجنڈے کو روبہ عمل لانے کی راہ ہموار کرتی دکھائی دیتی رہیں، ہماری مسلم تنظیمیں اور ملی قیادت اب خود کو اتنی بے بس اور مجبور محسوس کرنے لگی ہیں کہ اپنے حقوق کے لیے احتجاج کرنے سے بھی خوف زدہ نظر آرہی ہیں، اگرچہ کہ مسلم پرسنل لابورڈ نے قانون وقف میں ترمیم اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے خلاف قانونی اور جمہوری طریقے اختیار کرتے ہوئے تحریک چلانے کا اشارہ دیا تھا، مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری ملی تنظیمیں اتنے اہم مسائل پر بھی سطحی کاروائیوں پر اکتفا کررہی ہیں، کسی تنظیم نے بھی ان قوانین کا دستوری و قانونی پہلوؤں سے جائزہ لینے کی کوئی سنجیدہ کوششیں کی اور نہ ہی ان کے خلاف تحریک شروع کرنے کی جامع منصوبہ بندی کررکھی ہے، ایسا لگتا ہے کہ ابتدائی طور پر بیان بازی اور ایک ادھ احتجاجی مظاہرہ کرکے یہ باور کرلیا جائے گا کہ وہ سب کچھ کیا جاچکا، جو موجودہ حالات میں کیا جاسکتا تھا، کاش کہ ہم معاشرتی زندگیوں میں پیش آنے والے مسائل کے تئیں مختلف مذاہب کے احکام کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے یہ قائل کرواتے کہ شریعت اسلامی انسانی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہوئے جس قدر عادلانہ حل پیش کرتی ہے، اتنا جامع انداز میں دوسرے مذاہب اسکا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں، اس لیے قانون کی تدوین سے قبل مختلف مذاہب کے احکام کا تقابلی مطالعہ کیا جائے اور جو سب سے بہتر شرح ہو، اس کو قبول کیا جائے، یہ بھی واشگاف کیا جاتا کہ بہت سی صورتوں میں دیگر مذاہب رہنمائی کرنے سے قاصر ہیں یا پھر مجوزہ کوڈ کے بہت سے نکات ہندو مت کے احکام سے بھی متصادم ہوسکتے ہیں، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔

اترپردیش کے سہارنپور کلکٹریٹ احاطے میں واقع مسجد کو انتظامیہ نے راتوں رات بلڈوزر سے منہدم کردیا، مسلم فریق کی اپیل مسترد ہونے کے فوری بعد ایچ ڈی ایم سٹی مجسٹریٹ اور بڑی تعداد میں پولس جوانوں کی موجودگی میں کلکٹریٹ احاطے میں موجود، مسجد کو ہٹانے کی کاروائی ضلعی عدالت کے حکم پر کی گئی، دراصل یہ پورا معاملہ اس وقت سرخیوں میں آیا تھا جب بجرنگ دل کے لیڈر وکاس تیاگی نے شکایت کی کہ انتہائی حساس اور خفیہ نوعیت کے کاموں والے مقام، دفتر ضلع مجسٹریٹ کے احاطے میں اس مسجد کی تعمیر غیر قانونی طور پر کی گئی ہے، انہوں نے الزام لگایا کہ اس احاطے کا استعمال صرف مذہبی سرگرمیوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تجارتی فائدے کے لیے بھی کیا جارہا تھا، اس مسجد میں ایک ڈاک خانہ بھی تھا اور باہر کے لوگوں کو کرائے پر کمرے دیے جارہے تھے اور ان کا کرایہ مسجد کمیٹی وصول کررہی تھی، باہری لوگوں کی دن رات بلا روک ٹوک آمد و رفت سے ضلع مجسٹریٹ کے دفتر کی سیکورٹی اور رازداری کو بھی سنگین خطرہ لاحق ہو گیا تھا، شکایت پر انتظامیہ نے میونسپل مجسٹریٹ کی عدالت میں پی پی ایکٹ کے تحت مقدمہ دائر کیا تھا، میونسپل مجسٹریٹ کلدیپ سنگھ نے اپنے حکم میں مسجد کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے بے دخلی اور تقریباً ساڑھے ۶ کروڑ روپے کی بھاری بھرکم تلافی کی رقم عائد کرنے کے ساتھ، مسجد کو منہدم کرنے کا حکم جاری کیا تھا، اس کے بعد مسلم فریق نے ضلعی عدالت میں اس فیصلے کو چیلنج کیا تھا، ضلعی عدالت نے مانا کہ زیر بحث جائیداد پر عبادت گاہوں سے متعلق قانون ۱۹۹۱ کسی بھی صورت میں اس غیر قانونی جائیداد پر نافذ ہوتا ہے، اس کے بعد عدالت نے مسجد کو ہٹانے کا حکم دیا، اس فیصلے کے بعد جمعہ سے ہی مسجد کے آس پاس بڑی تعداد میں پولس فورس تعینات کردی گئی تھی اور بالآخر بلڈوزر لاکر مسجد کو منہدم کردیا گیا۔

اس کاروائی نے ایک بار پھر یہ بنیادی سوال کھڑا کردیا ہے کہ اگر آئین اور قانون سب کے لیے یکساں ہیں تو ان کے نفاذ میں دہرا معیار کیوں ہے؟ ایک عدالت میں مقدمہ مسترد ہونے کے بعد اس کو بالائی عدالت میں چیلنج کیا جاسکتا ہے، آج بلڈوزر، انتقامی سیاست، تعصب اور نفرت کا ذریعہ بنتا جارہا ہے، یہ معاملہ صرف ایک مسجد کا نہیں ہے بلکہ آئین کی بالادستی، قانون کی حکمرانی، مذہبی آزادی، شہریوں کے مساوات اور ریاست کے غیر جانبدارنہ کردار جیسے بنیادی سوالات سے جڑا ہوا ہے، حالانکہ عبادت گاہوں سے متعلق قانون ۱۹۹۱ اب بھی نافذ ہے، اس کے علاوہ نئے وقف قانون میں بھی وقف بھائی یوزر سے متعلق دفعات موجود ہیں، مقامی افراد کے مطابق متعلقہ مسجد وقف بورڈ میں رجسٹریشن نمبر ۴۵۱ کے تحت درج ہے، پرانے اراضی ریکارڈ میں یعقوب خان اور واحد خان کے نام بھی درج ہیں۔ ہزاروں سال پرانی مسجد سے لے کر سینکڑوں سال پرانی درگاہوں تک مسلمانوں کے مذہبی مقامات کے انہدام کی لہرنے ملک میں بی جے پی کی حکمرانی والی کئی ریاستوں میں شدید تشویش کو جنم دیا ہے، یہ انہدامی مہمات الگ تھلگ واقعات نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف قانون کی آڑ میں جاری منظم سازش کا حصہ ہیں، مئی سے لے کر اب تک ۶ ریاستوں میں مسلمانوں کے کم از کم ۲۳ مذہبی ڈھانچے بشمول مساجد، درگاہیں، عیدگاہیں اور مدارس کو منہدم کیا جاچکا ہے، وارانسی میں ہزار سال پرانی تاریخی مسجد گنج شہیداں کو اسی طرح مسمار کردیا گیا، دہلی، مہاراشٹر، اترپردیش، گجرات، راجستھان اور ہریانہ سمیت بی جے پی کی حکومت والی متعدد ریاستوں سے اس طرح کے کاروائیوں کی اطلاعات آتی رہتی ہیں، انہدام کے انداز سے یہ الزامات سامنے آئے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہبی مقامات کو چن چن کر نشانہ بنایا جارہا ہے، انہدام کی بڑھتی ہوئی تعداد نے قانون کے تحت مساوی سلوک، مذہبی ورثے کے تحفظ اور حکام کو اس طرح کے تمام اقدامات میں شفافیت اور مناسب عمل کو یقینی بنانے کی ضرورت پر بحث چھیڑ دی ہے، چاہے اس میں کوئی بھی برادری ملوث ہو، پچھلے کئی برسوں میں ان معاملات میں ہندوتوا تنظیموں اور کارکنوں کو بھی فعال دیکھا گیا ہے جو مذہبی جلوسوں کا استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کی عبادت گاہوں بشمول مساجد اور مسلم مزارات پر تسلط قائم کرتے ہیں، ۲۰۲۲ میں کئی ہندو تہواروں کی تقریبات کے دوران بشمول رام نومی اور ہنومان جینتی مسلح ہندو ہجوم، جن کی قیادت بعض اوقات بی جے پی کے ارکان کرتے تھے، مسلم محلوں میں داخل ہوئے اور مساجد پر زعفرانی جھنڈے لگاتے ہوئے فحش نعرے لگائے، ایم ایس گوالکر نے جو ہندو قوم پرست نظریہ یا ہندوتوا کے بانیوں میں سے ایک ہیں، نے اپنے سب سے مشہور متن بنچ آف تھاٹس میں دعوی کیا ہے کہ جہاں بھی کوئی مسجد یا مسلم محلہ (کالونی) ہے، مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہ ان کا اپنا الگ علاقہ ہے، یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہندوستانی زمین کی خصوصی ملکیت کا عقیدہ بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے ساتھ نہیں ابھرا بلکہ ہمیشہ سے ہندو قوم پرست سوچ کا مرکزی اصول رہا ہے، گوالوالکر نے اپنی پوری تحریر میں قوم کی ایک ایسی تعریف کو برقرار رکھا جس نے ہندو ایک ثقافت اور علاقے کے درمیان فطری ہم آہنگی کو برقرار رکھا ہے، بابری مسجد کی تباہی کوئی اتفاقی بات نہیں ہے، جس نے انتہائی دائیں بازو کی قوم پرست سیاست کے عروج کو ہوا دی جو آج ہندوستان پر حاوی ہے۔

سہارنپور مسجد کے بعد میرٹھ کی شاہی مسجد کا قضیہ شروع ہو گیا ہے، مرادآباد اور سنبھل کی مساجد بھی الگ الگ نوعیت کی جانچ کا سامنا کررہی ہیں، مساجد کے بارے میں یہ بات بڑی حد تک وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ان کی اکثریت جائز اراضی پر قائم ہے اور ان میں سے بیشتر کی تاریخی حیثیت اور ملکیت سے متعلق ریکارڈ بھی موجود ہے البتہ بعض مساجد کے بارے میں قانونی یا ملکیاتی نوعیت کے سوالات پیدا ہوسکتے ہیں، جن کی دستاویزی بنیاد پر جانچ ایک قانونی مسئلہ ہے، لیکن جہاں تک غیر اللہ کے معبدوں کا تعلق ہے، ان کی ایک بڑی تعداد ایسی جگہوں پر قائم ہے جو سرکاری اراضی یا متنازع قبضوں سے متعلق ہیں، مسلم تنظیموں کو چاہیے کہ ایک طرف ملک بھر میں مساجد اور وقف املاک کے ریکارڈ مرتب کریں اور دوسری طرف جہاں کسی دوسرے مذہبی مقام کے بارے میں اسی نوعیت کی قانونی بے ضابطگی کے مستند شواہد موجود ہوں وہاں قانونی راستہ اختیار کریں، کیا مسلم تنظیمیں اتنا بھی نہیں کرسکتیں کہ ایسے مذہبی مقامات کے کاغذات، زمین کی ملکیت اور تاریخی حیثیت کی باقاعدہ جانچ کرائیں، جہاں خلافِ قانون تعمیر یا سرکاری اراضی پر قبضے کے مستند شواہد ملیں وہاں ایف آئی آر درج کرائیں، عدالتوں سے رجوع کریں اور اس معاملے کو قومی سطح پر اٹھائیں؟ اگر واقعی مذہبی مقامات کی قانونی حیثیت، زمین کی ملکیت اور تاریخی دستاویزات کو بنیاد بنا کر کاروائی کا اصول اختیار کیا جارہا ہے تو یہی اصول تمام مذہبی مقامات پر یکساں طور پر نافذ ہونا چاہیے، قانون کا معیار مذہب دیکھ کر نہیں، دستاویز اور ثبوت دیکھ کر طے کے جان و مال، عزت و آبرو اور مذہبی مقامات تک پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، چن چن کر مذہبی مقامات کو ختم کرنے اور مٹانے کی مہم جاری ہے، مسلمان بے بسی و مظلومیت کا شکار ہے، صدائے احتجاج بلند کرتے کرتے ایک عرصہ بیت گیا، مگر شعائرِ اسلام کی تنقیص، مساجد و مدارس کی بے حرمتی اور حقوق ملت کی پامالی کا سلسلہ موقوف نہ ہوسکا۔ اس کے باوجود اگر قیادت مصلحت اندیشی، عجز تدبیر اور ضعفِ اقدام کی روش ترک کرنے پر آمادہ نہ ہو تو ملت کو اپنی قیادت کے باب میں از سرِ نو غور و فکر کرنا ہوگا، قوم کو شخصیت پرستانہ تقدس، جذباتی وابستگی اور موروثی اعتماد کے حصار سے نکل کر میزانِ کارکردگی، امانت و دیانت اور جرأتِ حق گوئی کی بنیاد پر قیادت کا محاسبہ کرنا ہوگا، جو لوگ اعتمادِ عامہ کو سرمایۂ اقتدار اور ملی اضطراب کو وسیلۂ نمود بنائیں، ان کے بارے میں خاموش تماشائی بنے رہنا ملت کے اجتماعی شعور کے شایانِ شان نہیں، اب وقت آگیا ہے کہ قوم و ملت تجدیدِ انتخاب، تجدیدِ قیادت اور احیائے شعورِ اجتماعی کے امکانات پر سنجیدگی سے غور کریں، قیادت منصبِ تقدیس نہیں، امانتِ مسئولیت ہے اور جس امانت کی پاسبانی میں مسلسل کوتاہی ہو، وہاں تبدیلِ قیادت پر غور کرنا بغاوت نہیں، بلکہ اجتماعی بصیرت کا تقاضا ہے، اب ملت کو محض نئے نعروں کی نہیں، نئی بصیرت، نئی حکمتِ عملی اور ایسی باعزیمت قیادت کی ضرورت ہے جو شعائرِ اسلام کے تحفظ کو خطابت نہیں، اپنی ملی ذمہ داری سمجھے، بابری مسجد کے حق میں بھی دلائل کے انبار تھے، لیکن کیا ہوا؟ یہ دنیا نے دیکھا، کس طرح عدالتی فیصلے، آئین اور دستور کی دھجیاں اڑائی گئیں، اسی طرح سہارنپور اور دیگر درجنوں مساجد کا معاملہ ہے، مسلمانوں کے رہنما اور مسلم قیادت لاچار و مجبور دکھائی دیتی ہے، بابری مسجد کے بعد پورے ملک میں مساجد، خانقاہیں، مدارس اور گھروں پر بلڈوزر چل رہے ہیں لیکن ہماری جانب سے صرف ثبوت پیش کیا جارہا ہے، جبکہ یہ کوئی حل نہیں ہے، جہاں حکومت، عدالت، انتظامیہ اور میڈیا سب مسلم مخالف ہوچکے ہوں، جمہوریت کے چاروں ستون میں نفرت کا زہر گھول دیا گیا ہو وہاں ایک مظلوم قوم اور مسلم تنظیموں کے لئے کون سا راستہ بچا ہے؟ کیا صرف بے بسی کا اظہار ہی کیا جائے گا یا مستقبل کے لئے کوئی لائحہ عمل بھی تیار کیا جائے گا؟

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہو جاتی ہے
پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے۔

sarfarazahmedqasmi@gmail.co

اسرائیلی منصوبے شرمندۂ تعبیر نہ ہو گا!

*از: محمد تنزیل حیاتی
۹۶۳۱۱۴۲۳۳۵

شعر

مقصد ہے ملوکیتِ انگریز کا کچھ اور
قصہ نہیں یہ شہد و فرنگستان کا!

عزیزو! اسرائیل مذہب کے نام پر بننے والا دوسرا ملک ہے جو ۱۹۴۸ میں "اقوام متحدہ" کی سرپرستی میں اس کا قیام عمل میں آیا، مصنوعی طور پر بنایا گیا، مقامات عرب پر قائم کیا گیا، دریں اثنا کہ اس کا وجود جغرافیائی سیاسی اور تاریخی عوامل و عبقری نواہل کے لحاظ سے غیر متزلزل ہے، باوجود اس کے، عالمی دنیا کے حکمرانوں پر کنٹرول حاصل ہے، مسلمان اسرائیلی آبادی کا ۴ء۱۷٪ ہیں، سنہ ۱۹۲۱ء میں سلطنتِ عثمانیہ کے اختتام اور برطانوی انتظام و انصرام کے بعد کئی قسطوں میں عربوں سے جنگیں ہوئی ہیں، جیسے ۱۹۴۸، ۱۹۶۷، اور ۱۹۷۳ فلسطین کی جنگ تاحال، مشہور ۷ اکتوبر ۲۰۲۳ غزہ کی جنگ لیبیا، سیریا اور حالیہ اسرائیل/امریکہ اور ایران جنگ، منصوبہ بند ایک ضرب شدید ہے، اور یہ سب ابراہیمی معاہدات (Abraham Accords) کی غمازی و عکاسی ہے، میرا خیال ہے شاید ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ میں القبلہ اخبار جو مکہ کا روزنامہ ہے، آرتھر بیلفور ۱۹۱۷ء کے اعلامیہ کی حمایت میں چھپے جو جملے ہیں وہ قابلِ افسوس ہے، لگتا ہے شاید اسی وجہ سے تمام ۵۸ مسلم ممالک پر غنودگی اور سکتہ کی کیفیت طاری ہے، تاہم، حالیہ برسوں میں مسلم دنیا کی پالیسی میں دو واضح رجحانات سامنے آئے ہیں: تعلقات کی بحالی (معاہدات): متحدہ عرب امارات (UAE)، بحرین، مراکش اور سوڈان، صومالی لینڈ جیسے ممالک نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات قائم کیے ہیں، جنہیں "ابراہیمی معاہدات" کہا جاتا ہے۔ مخالفت اور بائیکاٹ: پاکستان، ایران، سعودی عرب، اور ملائیشیا وغیرہ تاحال تسلیم نہیں کیے حقیقت واللہ اعلم، حالیہ ۷ اکتوبر ۲۰۲۶ سہ فریق مکہ معاہدہ پاکستان سعودی عرب ترکی بظاہر یہ پہل قابلِ تحسین ہے، لیکن کیا اس سے مسلمانان عالم کو فائدہ ہو گا یا نہیں؟

*اسی طرح ۸ دسمبر ۲۰۲۴ عیسوی روز یک شنبہ شامی خون خوار درندہ صفت انسان ڈکٹیٹر "بشارالاسد" کی حکومت کے خاتمہ کے بعد "أحمد الشرع (الجولانی)" کا دمشق کی فتح اور "جامع بنی امیۃ الکبیر" میں خطاب مسلمانان عالم کے لیے بے حد مسرت و شادمانی ہے اور ساتھ ہی شامی اپوزیشن کی جنگ، ترکی اور اسرائیل و دیگر خطۂ ارض ایک پیچیدہ سیاسی اور عسکری مسئلہ بن گیا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کی سرزمین ایک بار پھر عالمی استعماری قوتوں امریکہ، برطانیہ، فرانس سمیت مغربی ممالک کی زد میں ہے بلبلاتی ہوئی سرزمین "القدس" کا ساتھ دینے بجائے صیہونی طاقت اور ۳ منافق عرب ممالک نے یہودی کے مفادات کا ساتھ دے دیا ہے اور "گریٹر اسرائیل" کی نیم بھی رکھ دی گئی ہے ان کا یہ خواب شاید حقیقت نہ بن جائے اس میں مصروف عمل ہیں، جمیع اہل خرد و دانش مند حضرات اپنا نکتۂ نظر بیان کررہے ہیں، لیکن ان تمام ادوار کے باوجود حضرت داؤد علی نبینا علیہ الصلوۃ والسّلام کی حکومت جن علاقوں پر قائم تھی، اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کے برسر اقتدار آنے پر مزید جن علاقوں پر استحکام ہوا، اب یہودی قوم سلطنت داؤدی (گریٹر اسرائیل) کے مشن کے لیے کوشاں ہیں، حضرت داؤد علیہ السّلام کے دور مبارک میں قوم بنی اسرائیل کو بے انتہا فتح حاصل ہوئی ہے اور اس وقت روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی قوم نہ تھی، لیکن عصبیت کی وجہ سے قوم بنی اسرائیل قبائل کا شکار ہوئی اور رفتہ رفتہ عظیم الشان سلطنت ہونے کے باوجود تباہ و برباد ہو گئی، کلدانیہ کے بخت نصر نے اسرائیل کی اخلاقی، پستی، جھوٹ، فریب، ظلم، سرکشی، فتنہ فساد اور شرانگیزی کی وجہ سے بیت المقدس پر حملہ آور ہوا اور بے شمار اسرائیلیوں کو یرغمالی بنایا اور ۳۳۱ میں مقدونیہ کا ۲۰ سالہ نوجوان سکندر اعظم بیت المقدّس کو فتح کیا اور ۱۶۸ میں شاہ انطیوکس نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور بے شمار یہودیوں کو قتل کیا بہت سو کو جلاوطن کیا لیکن تمام تر شدائد کے باوجود بھی انہیں کوئی متزلزل نہ کرسکا اور اسی لیے یہ "شیطان رجیم" کے ذہن میں آج بھی یہ احساس تفاخر زندہ ہے کہ وہ اللہ کی پسندیدہ قوم ہے اور دنیا پر حکمرانی کا حق صرف انہیں کو حاصل ہے، موجودہ دور کے قوم بنی اسرائیل خداوند متعال کے ارشاد باری "یبنی اسرائیل اذکرو نعمتی التی أنعمت علیکم وأنی فضلتکم علی العلمین" ترجمہ: اے بنی اسرائیل! میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کیا اور تم کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی ہے، کو ذہن میں رکھتی ہے، لیکن افسوس! یہ قوم بجائے ان نعمتوں اور فضیلتوں پر شکر گزار بنتی اور اپنے فرض منصبی کو ادا کرتی لیکن رب ذوالجلال والاکرام کی عزت و جلال کی قسم! اس نظامِ کائنات کو تباہ و برباد کرنے پر تل گئی اور ہٹ دھرمی کی تمام حدوں کو پار کر گئی، تقریباً ۱۸۰۰۰ ہزار سے زائد نبیوں کو قتل کردیا اور شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے "أنظرنی الی یوم یبعثون" کو سچ دکھانے میں جٹ گئی بالآخر رب العالمین کے جانب سے "غیر المغضوب علیھم" کے مصداق گردانا گیا۔ ۱۹۴۷ میں اقوام متحدہ نے فلسطین کو دو الگ یہودی اور عرب ریاستوں میں تقسیم کرنے کی منظوری دی اور بیت المقدس کو ایک بین الاقوامی شہر قرار دیا رات ۱۰ بجے ۱۴ مئی ۱۹۴۸ کے جنگ کے بعد قبضہ شدہ علاقہ اس کے علاوہ اس میں سینائی شمالی اسرائیل اور گولان کی پہاڑیاں شامل ہیں، صیہونیت کے بانی تھیوڈور ہرزلی کے مطابق پرومسڈ لینڈ یا گریٹر اسرائیل کے نقشے میں مصر میں دریائے نیل سے لے کر عراق میں نہر فرات تک کے علاقے شامل ہیں، یہودی مذہب کی مقدس کتاب "توراۃ" میں ہے شام، فلسطین، عراق، اردن، لبنان، سعودی عرب اور مصر سمیت دیگر عرب ممالک شامل ہیں حضرت داؤد علیہ السّلام کے زمانہ میں عظیم تر اسرائیل میں جو علاقے تھے اب یہودیوں کے مطابق یہ علاقہ ان کا موروثی علاقہ ہے اس علاقہ پر ان کا حق ہے، غیر یہود اقوام سے ان علاقہ کو لے کر اس پر سلطنت دواؤدی کی بنیاد رکھی جائے گی، چناں چہ! حضرت یوسف علیہ السّلام کے دور مبارک میں یہودی قوم مصر میں آباد ہوئی تب ان کی حکومت شام تک تھی اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے خیال کیا کہ گریٹر اسرائیل کا تصور کو سچ کر دکھانا ہے خدا کرے کہ ظالم کا خواب حقیقت نہ ہو، عصر حاضر میں دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک اسرائیل اپنی بقا اور تحفظ کے لیے امن کے نام پر معصوم عربوں کی جان سے کھیل رہا ہے سلطنت داؤدی کی بحال یہودی پرٹوکولز کے منصوبوں کی ایک کڑی ہے یہودی نے ارض فلسطین میں صیہونی ریاست کی تشکیل دے دی ہے صیہونی اکابرین نے پرٹوکولز نمبر ۸ گراف کے نمبر ۱ میں واضح منصوبہ بندی کی ہے ہمیں ان تمام ہتھیاروں سے خود کو مسلحہ کرنا ہو گا۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سا کوئی بھی رہبر نہ ہوگا
کوئی ان کے جیسا دلاور نہ ہوگا

فدا ان کی سنت پہ ہو زندگانی
کوئی راستہ اُس سے بہتر نہ ہوگا

جو بھٹکا ہوا ہے رہِ مصطفی سے
یہ دعویٰ ہے وہ شخص حق پر نہ ہوگا

جسے سنتِ مصطفیٰ سے ہو نفرت
تو باغ عدن بھی مقدر نہ ہوگا

جو ساغر پلائیں گے وہ روز محشر
قسم سے کہیں ویسا ساغر نہ ہوگا

سراپا تھے وہ رحمتوں کا خزینہ
قمر پھر کسی میں یہ جوہر نہ ہوگا

شکیل احمد قمر

بیماری سے بچنے کی فکر، جہنم سے بچنے کی فکر کیوں نہیں؟

تحریر: ڈاکٹر محمد عبد السمیع ندوی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ عربی، مولانا آزاد کالج آف آرٹس، سائنس اینڈ کامرس، اورنگ آباد
موبائل: ۹۳۲۵۲۱۷۳۰۶

عبد اللہ بن شبرمہ ضبیؒ فرماتے ہیں:
"عجبت للناس یحتمون من الطعام مخافة الداء، ولا یحتمون من الذنوب مخافة النار."
"مجھے لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ بیماری کے خوف سے کھانے پینے میں پرہیز کرتے ہیں، لیکن جہنم کے خوف سے گناہوں سے پرہیز نہیں کرتے۔"
یہ مختصر مگر انتہائی گہرا قول انسانی زندگی کے ایک ایسے تضاد کی نشاندہی کرتا ہے جس پر ہر صاحبِ ایمان کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔
انسان اپنی جسمانی صحت کے بارے میں بے حد محتاط رہتا ہے، بیماری سے بچنے کے لیے اپنی پسندیدہ غذائیں تک ترک کر دیتا ہے، لیکن گناہوں کے ان نتائج سے غافل ہو جاتا ہے جو اس کی آخرت کو برباد کر سکتے ہیں۔
عبد اللہ بن شبرمہؒ کا یہ قول محض ایک نصیحت نہیں، بلکہ انسانی ترجیحات کا آئینہ ہے۔ ہم جس چیز کے نقصان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، اس سے فوراً بچنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن جس نقصان کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے، اس کے بارے میں ہماری حساسیت کم ہو جاتی ہے۔ جسمانی بیماری کا خوف ہمیں فوراً متحرک کر دیتا ہے، جبکہ دل و روح کی بیماری اکثر ہماری غفلت کے پردوں میں چھپی رہتی ہے۔
آج اگر ڈاکٹر کسی شخص سے کہے کہ فلاں غذا آپ کے لیے نقصان دہ ہے، تو وہ فوراً اس سے پرہیز شروع کر دیتا ہے۔ کوئی شکر سے بچتا ہے، کوئی چکنائی کم کرتا ہے، کوئی نمک چھوڑ دیتا ہے، کوئی وزن کم کرنے کے لیے اپنی خوراک محدود کرتا ہے۔ صحت کے لیے لوگ ورزش کرتے ہیں، دوائیں استعمال کرتے ہیں اور معمولاتِ زندگی بدل دیتے ہیں۔
یہ احتیاط اپنی جگہ قابلِ قدر ہے، کیونکہ اسلام بھی انسان کو اپنی جان اور صحت کی حفاظت کی تعلیم دیتا ہے۔
لیکن سوال یہ ہے کہ جب ہمیں اپنے جسم کو لاحق ہونے والی ایک عارضی بیماری کا اتنا خوف ہے تو اس آگ کا خوف کتنا ہونا چاہیے جس کے بارے میں قرآن مجید بار بار انسان کو خبردار کرتا ہے؟
اگر ایک شخص یہ جان کر کہ فلاں غذا بیماری کا سبب بن سکتی ہے، اسے چھوڑ سکتا ہے تو ایک مؤمن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو اس یقین کے باوجود کیوں نہیں چھوڑ سکتا کہ گناہ آخرت میں وبال کا سبب بن سکتے ہیں؟
یہی وہ سوال ہے جو ابن شبرمہؒ کا قول ہمارے سامنے رکھتا ہے۔
جسم کی بیماری نظر آتی ہے، روح کی بیماری نظر نہیں آتی
انسان جسمانی بیماری کی علامات کو فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ درد، بخار، کمزوری اور دیگر علامات اسے خبردار کرتی ہیں کہ جسم میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن روحانی بیماری کی علامات بظاہر اتنی نمایاں نہیں ہوتیں۔
گناہ انسان کے دل کو کمزور کرتا ہے، عبادت سے رغبت کم کرتا ہے، نیکی کو بوجھ بناتا ہے، گناہ کو معمول بناتا ہے اور بالآخر انسان کے اندر گناہ کے احساسِ قباحت کو بھی ختم کر سکتا ہے۔
قرآن مجید نے دل کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا"
"ان کے دلوں میں بیماری ہے، پس اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا۔"
یہ بیماری جسمانی بیماری سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ جسم کی بیماری انسان کو چند دن یا چند سال تک متاثر کر سکتی ہے، لیکن دل کی بیماری انسان کی دنیا بھی خراب کر سکتی ہے اور آخرت بھی۔
گناہ کا سب سے خطرناک مرحلہ
گناہ ہو جانا یقیناً خطرناک ہے، لیکن گناہ کے بعد ندامت کا ختم ہو جانا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔
مؤمن سے لغزش ہو سکتی ہے۔ انسان کمزور ہے، خواہشات اس کے اندر موجود ہیں اور شیطان اسے بہکاتا ہے۔ لیکن مؤمن کی شان یہ ہے کہ گناہ کے بعد اس کا دل بے چین ہو جاتا ہے، اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔
قرآن مجید فرماتا ہے:
"وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"
"اے مؤمنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔"
اس آیت میں ہمارے لیے امید بھی ہے اور دعوتِ رجوع بھی۔ اگر انسان سے گناہ ہو گیا تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کے بجائے فوراً توبہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔
ہم گناہ کے انجام سے کیوں غافل ہو جاتے ہیں؟
گناہ اور جسمانی بیماری کے درمیان ایک بڑا فرق یہ ہے کہ جسمانی بیماری کا نقصان اکثر جلد ظاہر ہو جاتا ہے۔
غلط غذا کھائی اور طبیعت خراب ہو گئی۔
غلط دوا استعمال کی اور نقصان سامنے آ گیا۔
لیکن گناہ کا نقصان اکثر فوری طور پر نظر نہیں آتا۔
انسان جھوٹ بولتا ہے، مگر اسی وقت کوئی جسمانی درد محسوس نہیں ہوتا۔ غیبت کرتا ہے، مگر زبان پر کوئی زخم نہیں آتا۔ حرام مال حاصل کرتا ہے، مگر بسا اوقات بظاہر اس کی دولت میں اضافہ ہی نظر آتا ہے۔ بدنگاہی کرتا ہے، مگر آنکھ ظاہری طور پر صحیح سلامت رہتی ہے۔
یہی وہ تاخیر ہے جو انسان کو دھوکے میں ڈال دیتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ کچھ نہیں ہوا۔
حالانکہ گناہ دل پر اثر ڈالتا ہے، انسان کے اخلاق کو کمزور کرتا ہے، اللہ سے تعلق کو متاثر کرتا ہے اور آخرت میں جوابدہی کا سبب بن سکتا ہے۔
زبان کے گناہ اور ہماری بے احتیاطی
آج ہم جسم کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن زبان سے نکلنے والے زہریلے الفاظ کے بارے میں کتنے محتاط ہیں؟
جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان، طعنہ، تمسخر اور دل آزاری ایسے گناہ ہیں جنہیں معاشرے میں اکثر معمولی سمجھ لیا جاتا ہے۔
قرآن مجید نے غیبت کی قباحت کو انتہائی مؤثر مثال سے واضح فرمایا:
"أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ"
"کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو۔"
غور کیجیے، جس کام کی کراہت بیان کرنے کے لیے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی مثال دی گئی، وہی غیبت ہماری محفلوں میں کبھی تفریح کا ذریعہ بن جاتی ہے۔
کسی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر حملہ کیا جاتا ہے، کسی کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں، کسی کی کمزوریوں کو مذاق بنایا جاتا ہے اور کبھی سوشل میڈیا کے ذریعے کسی کی تحقیر کو عام کر دیا جاتا ہے۔
ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ جس طرح ہر حرام غذا سے جسم کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اسی طرح ہر حرام کلام سے روح کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔
حرام کمائی سے احتیاط
ہم کھانے کے حلال ہونے کی تحقیق کرتے ہیں، لیکن کیا ہم اپنی آمدنی کے حلال ہونے کی بھی اسی قدر فکر کرتے ہیں؟
حلال کھانا ضروری ہے، مگر حلال کمانا اس سے کم اہم نہیں۔
اگر انسان کا مال رشوت، دھوکے، خیانت، ظلم یا کسی دوسرے انسان کا حق مار کر حاصل کیا گیا ہو تو محض اس مال سے خریدی ہوئی چیز کا ظاہری طور پر پاک ہونا کافی نہیں۔
اسلام نے صرف کھانے پینے کے معاملے میں حلال و حرام کی تعلیم نہیں دی، بلکہ پورے معاشی نظام کو حلال و حرام کے اصولوں سے جوڑا ہے۔
اس لیے ایک مسلمان کو اپنی صحت کے ساتھ اپنے رزق کی صحت کی بھی فکر کرنی چاہیے۔
نگاہ کی حفاظت بھی ضروری ہے
آج انسان اپنی آنکھوں کی صحت کے لیے اسکرین ٹائم کم کرنے کی فکر کرتا ہے، لیکن آنکھوں کے ذریعے دل میں داخل ہونے والی چیزوں کے بارے میں کتنی احتیاط کرتا ہے؟
قرآن مجید فرماتا ہے:
"قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ"
"مؤمن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔"
نگاہ کی حفاظت دراصل دل کی حفاظت ہے۔
حرام منظر چند لمحوں کے لیے آنکھ کے سامنے آتا ہے، لیکن اس کا اثر انسان کے ذہن اور دل پر طویل عرصے تک رہ سکتا ہے۔ اس لیے تقویٰ صرف یہ نہیں کہ انسان گناہ ہو جانے کے بعد توبہ کرے، بلکہ تقویٰ یہ بھی ہے کہ انسان گناہ کے دروازے تک جانے سے پہلے رک جائے۔
ہمیں اپنے دل کا بھی طبی معائنہ کرنا چاہیے
جس طرح انسان وقتاً فوقتاً اپنے جسم کا طبی معائنہ کراتا ہے، اسی طرح اسے اپنے دل کا بھی محاسبہ کرنا چاہیے۔ کیا میرے دل میں کسی کے لیے حسد ہے؟
کیا میں کسی سے بلاوجہ بغض رکھتا ہوں؟
کیا مجھے تکبر نے گھیر لیا ہے؟
کیا مجھے اپنی نیکیوں پر غرور ہونے لگا ہے؟
کیا میں دوسروں کے عیوب دیکھتا ہوں اور اپنے عیوب بھول جاتا ہوں؟
کیا نماز میرے لیے سکون کا ذریعہ ہے یا صرف ایک ذمہ داری؟ کیا قرآن سے میرا تعلق مضبوط ہے؟
کیا میں گناہ کے بعد نادم ہوتا ہوں یا اسے معمولی سمجھ کر آگے بڑھ جاتا ہوں؟
یہ سوالات دراصل روحانی صحت کا معائنہ ہیں۔
اصل عقل مندی کیا ہے؟
عقل مند وہ نہیں جو صرف دنیا کے نقصان سے بچنے کی تدبیر کرے، بلکہ حقیقی عقل مند وہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے انجام کو سامنے رکھے۔
دنیا چند روزہ ہے۔ انسان اپنی صحت کی حفاظت کرے، علاج کرے، صاف ستھری غذا کھائے اور جسم کو نقصان سے بچائے، یہ سب ضروری ہے۔ لیکن جسم کی حفاظت کرتے ہوئے روح کو بھول جانا دانش مندی نہیں۔
انسان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جس جسم کو وہ اتنی محنت سے صحت مند رکھنا چاہتا ہے، آخرکار اسے مٹی میں جانا ہے، جبکہ اس کے اعمال کا حساب باقی رہنا ہے۔ اسی لیے آخرت کی تیاری دنیا کی صحت سے کہیں زیادہ اہم ہے۔
گناہ سے بچنے کے لیے عملی جدوجہد
گناہوں سے بچنے کے لیے صرف خواہش کافی نہیں، بلکہ عملی اقدامات ضروری ہیں۔
بری صحبت سے بچنا ہوگا۔
حرام چیزوں کے ذرائع سے دور رہنا ہوگا۔
نگاہ کی حفاظت کرنی ہوگی۔
زبان کو قابو میں رکھنا ہوگا۔
حلال رزق کی فکر کرنی ہوگی۔
سوشل میڈیا کے استعمال میں تقویٰ اختیار کرنا ہوگا۔
اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا احساس دل میں پیدا کرنا ہوگا۔ جب انسان کو یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر وقت دیکھ رہا ہے تو تنہائی میں بھی اس کا کردار محفوظ رہتا ہے۔
خوفِ جہنم اور امیدِ رحمت
عبد اللہ بن شبرمہؒ کے قول میں جہنم کا خوف ہے، اور جہنم کا خوف مؤمن کو گناہوں سے روکنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ لیکن اسلام صرف خوف کا دین نہیں۔ خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی ہے۔
قرآن مجید فرماتا ہے:
"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ"
"کہہ دیجیے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔"
اس لیے جس شخص کی زندگی گناہوں میں گزر رہی ہو، اسے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اسے آج ہی اپنے رب کی طرف لوٹ آنا چاہیے۔

طلبہ کی زندگی میں لائبریری کی اہمیت

عبد اللہ عطا کٹیہاری

تعلیم انسان کی زندگی کا وہ نور ہے جو جہالت کے اندھیروں کو دور کرتا ہے۔ اور لائبریری اس نور کو پھیلانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے کسی بھی تعلیمی ادارہ کی روح اس کی لائبریری ہوتی ہے لائبریری نہ صرف کتابوں کا ذخیرہ ہے بلکہ علم تحقیق اور تخلیق کی ایک زندہ درسگاہ ہے جو طلبہ کی ذہنی نشو نما اور کردار سازی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔
(۱) علم کی اہمیت اور فضیلت
علم ایک ایسی روشنی ہے جو برائی کو ختم کرتی ہے انسان کو صحیح اور غلط میں فرق کرنے کا شعور عطا کرتی ہے اور لائبریری وہ مقام ہے جہاں علم خزانے کی صورت میں محفوظ رہتے ہیں لائبریری میں موجود کتابیں گویا علم کے دریا ہے اور جو طالب علم ان دریاؤں سے سیراب ہوتا ہے وہ کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہے یہاں ہر شعبے سے متعلق کتب ملتی ہے تاریخ۔ ادب۔ سائنس۔ فلسفہ۔ سیاست۔ اور دیگر علوم کی کتابیں انسان کی سوچ کو وسعت دیتی ہے تحقیق کا جذبہ بیدار کرتی ہے اور شخصیت کو نکھارتی ہے علم حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ لائبریری ہے دنیا کے بڑے بڑے دانشور اور سائنسداں اپنی کامیابی کا راز کتب خانوں کو قرار دیتے ہیں کیونکہ لائبریری صرف کتابوں کا ڈھیر نہیں بلکہ علم و حکمت کا خزانہ ہے اگر کوئی قوم علم سے محبت کریں اور اپنی لائبریری کو زندہ رکھے تو وہ کبھی زوال پذیر نہیں ہونگے اور اسلام میں علم کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے قرآن مقدس میں اللہ رب العالمین نے فرمایا " قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون" (سورۃ الزمر: ۹) اللہ تعالی علم کے بدولت انسان کے درجات کو بلند عطا کرتا ہے جیسا کہ اللہ رب العالمین فرماتا ہے "یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین وتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر" (سورۃ المجادلہ: ۱۱)
(۲) علماء کا مقام
اسلام میں علماء کا بہت بڑا مقام ہے قرآن مجید میں اللہ عزوجل فرماتا ہے (انما یخشیٰ اللہ من عبادہ العلماء) علم ہی وہ دولت ہے جس کی ہدایت ایک عام انسان کو اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے اور علم کو سنبھالنے اور محفوظ اور آگے بڑھانے والے علماء ہیں علماء ہی دین کی روشنی کو پھیلاتا ہے جہالت کو دور کرتا ہے معاشرے کو راہ حق دکھاتا ہے لیکن یہ سوال ہے کہ علماء کو یہ مقام کہاں سے حاصل ہوئی؟ اس کا جواب ہے کتاب اور لائبریری. علماء کی اصل ساتھی ہے اور لائبریری ان کے لیے علم کا خزانہ ہے کوئی بھی عالم بغیر مطالعہ کتابوں کے کمال حاصل نہیں کر سکتا علماء اپنے راتوں کو لائبریری پر کتابوں کے ساتھ گزارتے ہیں اس لیے ان کے سینے نور سے منور ہو جاتے ہیں اور مطالعہ ہی نے طالب علم کو عالم اور عالم کو علامہ بناتا. ہے اور یہ مقام علماء کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ لائبریری کو اپنا مسکن بنالیں یعنی لائبریری علماء کے لیے سرچشمہ اور ان کے مقام کو بلند کرنے کا ذریعہ ہے علماء ان کتابوں کی زندہ تفسیر ہے وہ علم کو صرف پڑھتے نہیں بلکہ اس کو عمل اور کردار کی شکل میں پیش کرتے ہیں علماء کا مقام لائبریری کے چراغ کی مانند ہے جو کتابوں کے اندھیرے کو روشنی میں بدل دیتا ہے
(۳) حصول علم کے چند ذرائع
حصول علم کے چند ذرائع میں سے اہم ترین ذریعہ لائبریری ہے اور لائبریری علم و کتاب کا وہ ذخیرہ ہے جو لوگوں کو پڑھنے کے لیے کتابیں مہیا کرتی ہے اور ذاتی پبلک اور تعلیمی اداروں کی لائبریریوں کی صورت میں موجود ہو سکتی ہے لائبریریاں علم کی اشاعت اور تحقیق کے لیے ناگزیر ہیں حصول علم کے ذرائع ۱- لائبریری کے حصول کے لیے بہت بڑا ذریعہ جہاں مختلف موضوعات پر ہزاروں کتب اور وسائل موجود ہوتی ہیں ۲- اساتذہ اور علماء اپنے علم و تجربے سے طلبہ اور قارئین کی رہنما کرتے ہیں
۳- تعلیمی ادارے اسکولوں اور جامعات علم اور تحقیق کا ماحول فراہم کرتے ہیں ۴- انٹرنیٹ آن لائن مواد تک آسانی سے حصول علم ممکن بناتا ہے۔
(۴) *لائبریری کی اقسام*
۱- ذاتی لائبریری (personal library) یہ کسی فرد کی اپنی ملکیت میں موجود کتابوں کا ذخیرہ ہوتا ہے ۲- پبلک لائبریری (public library) لائبریری یہ وہ لائبریری ہوتی ہے جو عوام الناس کے لیے کھلی ہوتی ہے اور انہیں بغیر کسی قیمت کے کتابیں پڑھنے یا مستعار لینے کی سہولیت فراہم کرتی ہے
. ۳- تعلیمی اداروں کی لائبریری (academic School library) یہ جامعات اور اسکولوں میں موجود ہوتی ہے اور طلبہ اساتذہ اور محققین کو ان کی ضرورت کے مطابق علمی اور تعلیمی مواد فراہم کرتی ہے اس طرح ایک اہم قسم دینی مدارس کی لائبریری جہاں زیادہ تر اسلامی علوم کی کتاب محفوظ کی جاتی ہے تاکہ علماء اور طلباء ان سے استفادہ حاصل کر سکیں ان سب اقسام کی لائبریری کا مقصد ایک ہی ہے کہ لوگوں تک علم پہنچانا اور ان کو کامیابی کی راہ دکھانا ہر قسم کی لائبریری سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ کتاب ہی ہماری اصل دوست ہے اور لائبریری علم کا اصل خزانہ ہے۔
(۵) لائبریری کی تعریف
لائبریری لاطینی زبان کا لفظ ہے جو لائبر سے بنا ہے اس کا معنی ہے کتاب سادہ الفاظ میں یوں سمجھے کہ لائبریری اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کتابوں پر سالوں اخباروں اور مواد جمع ہو اردو اور فارسی میں اس کے لیے کتب خانہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں جبکہ عربی میں اس کا مترادف لفظ: خزانۃ الکتب: و مکتبہ اور دارالکتب کا لفظ استعمال ہوتا ہے لائبریری ایک ایسا عظیم مقام جہاں ہزاروں سالوں کا فکری و عملی اثاثہ لاکھوں کروڑوں ارباب دانش کے ذہنی اور قلمی کاوشوں کا سب ثمرہ جمع ہوتا ہے جہاں الہامی کتب بعض انسانی استعداد اور شعور وسعت کے مفاہم کے لفظی مجموعہ محدثین و مفسرین کی تفاسیر و شروحات کا مجموعہ محققین و مفکرین کے تحقیقات و افکار کا علمی خزانہ مصنفین و مترجمین کی کتب انسان تحریرات کا سرمایہ علوم و فنون کی دولت شاعروں نثر نگاروں ادیبوں اور خطیبوں کی قلمی فتوحات کا ذخیرہ یکجا ایک چھت کے نیچے مؤثر ہوتا ہے لائبریری میں داخل ہونے والا لاکھوں نابغہ روزگار صفحۂ ہستی کہ شاہکار لوگوں سے بغل گیر اور ہم کلام ہوتا ہے اور ان کی فکری روشنی سے جہاں ذہن و قلب کو جگمگاتا ہے لائبریری علم و فکر اور تعلیم و تعلم کا مظہر اور مرکز ہے کتب سفاحت سے معرفت جہالت سے علم ظلمات سے نور کی طرف لے جاتی۔
(۶) علماء اور طلبہ کا لائبریری سے تعلق
علماء اور طلباء دونوں لائبریری سے گہرا تعلق ہے علماء دین کے رہنما ہیں وہ قرآن و حدیث اور فقہ و تفسیر کے ماہر ہوتے ہیں لیکن ایک دم حاصل نہیں ہوتا بلکہ لائبریری کی کتابوں کو مسلسل مطالعہ کرنے سے علماء اپنی زندگی کتابوں کے ساتھ گزاری ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے سینے میں علم کا خزانہ اور ان کے قلم امت کے رہبر ہیں اور علماء مطالعہ کے بہت شوقین ہوتے ہیں امام احمد بن حنبل اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں بھی لکھنے اور پڑھنے میں مصروف رہتے تھے ایک مرتبہ ان کے فرزند نے اپنے ابو سے کہا (یا ابت الی متی مع المحبرۃ؟ قال مع المحبرۃ الی المقبرۃ) اے ابو جان آپ کب تک کاغذ اور سیاہی سے چمٹے رہیں گے؟ تو احمد بن حنبل نے جواب دیا کہ قبر میں جانے تک قلم سے جڑے رہیں گے عربی ادب کے متعدد کتابوں کے مشہور معتزلی مصنف جاحظ رحمہ اللہ تعالی مطالعہ کے بڑے شوقین تھے ایک مرتبہ مطالعہ کے دوران ان پر کتابیں گرنے کی وجہ سے ان کی موت ہو گئی اور ان کو شہید الکتب کے لقب سے ملقب کیا گیا طلباء علم کے متلاشی ہوتے ہیں اور لائبریری انکے چراغ راہ ہوتے ہیں جو طالب علم لائبریری سے تعلق رکھتا ہے وہ ہمیشہ کامیاب اور باعلم بنتا ہے کتابیں ان کی سوچ کو بلند کرتی ہے اور ان کی شخصیت کو نکھارتی ہے یوں کہا جاسکتا ہے علماء لائبریری کے بغیر عالم نہیں بن سکتا اور طلبہ لائبریری کے بغیر پختہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔
(۷) لائبریری سے استفادہ کرنے والے طلبہ اور نہ کرنے والے طلبہ میں فرق۔
لائبریری دانش کا مرکز ہے اور تہذیب و تمدن کا آئینہ ہے وہ جگہ علم کی موتی بکھرے پڑے ہیں اب یہ طالب علم پر منحصر ہیں کہ وہ ان موتیوں کو سمیٹتا ہے یا غفلت و سستی کی وجہ سے محروم رہتا ہے جو طالب علم لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں وہ محنت و مطالعے کے ذریعے علم کی گہرائی تک رسائی حاصل کرتے ہیں ایسے طلبہ افکار و بلندی شخصیت باوقار اور کردار منظم ہوتے ہیں ان کی گفتگو میں سانت تحریر میں پختگی اور تحقیق میں گہرائی پائی جاتی ہے وہ طلبہ جو مستقبل میں معاشرے کے رہنما محقق اور معیار بنتے ہیں اس کے برعکس جو طلبہ لائبریری سے منہ موڑ لیتے ہیں وہ دراصل اپنے علمی پیاس کو خود ہی بجھنے نہیں دیتے ان کا ذہن کمزور سوچ سطحی اور مستقبل غیر یقینی ہو جاتا ہے امتحان کے دنوں میں عجلت میں رٹے لگانا ان کا طریقہ ہوتا ہے لیکن علم کی روشنی سے ان کا دامن خالی رہتا ہے ایسے طلبہ گویا ایک درخت کے مانند ہیں جو بظاہر سبز دکھائی دیتا ہے مگر پھل دینے کی صلاحیت سے محروم رہتا ہے یاد رہے طالبان علوم نبوت اور فارغینِ مدارس وہ درسیات میں کتنے ہی ممتاز اور اعلیٰ نمبرات کے حامل ہو لیکن اصل قابلیت وصلاحیت علوم وفنون میں مہارت تو کثیر مطالعہ اور ذوق کتب سے ہی پیدا ہوتی ہے۔
(۸) *براہ راست کتابوں سے مطالعہ کرنا اور موبائل وغیرہ سے مطالعہ کرنے میں فرق*
کتاب کی اہمیت و ضرورت سے کسی بھی ذی شعور کو انکار کی راہ نہیں ہے کتاب پڑھنے سے جہاں علم ذہن کھلتا ہے فکری و خیال نکھرتے ہیں وہی پر یہی کتاب زندگی کے نشب و فراز کی بہترین مددگار بھی ہے مگر یہ کتاب جو فحاشی کو فروغ دیں: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جب جدید دور نے ٹیکنالوجی نے ہر کام کو آسان کر دیا ہے ہم ہزاروں لاکھوں کتابوں کا ذخیرہ موبائل لیپ ٹاپ میں رکھ سکتے ہیں ان کو کھولنا سرچ کرنا اور اپنے مطلوبہ مواد تک پہنچنا نہایت آسان ہو چکا ہے تو پھر لائبریری کی ضرورت کیوں؟ یاد رہے کہ تعلیم و تعلم کے لیے جہاں کتاب اساتذہ اور تعلیمی ادارے کی سخت ضرورت ہے وہی لائبریری کا ہونا بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں کی ٹیکنالوجی تک پہنچ ہم سے زیادہ ہے مگر ان کے وہاں ابھی بھی پبلک لائبریری کھلی رہتی ہے کیونکہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ ٹیبلٹ یا موبائل سے پڑھنے کی بنسبت کتاب سے پڑھی گئی تحریر جلد یاد ہوتی ہے اور جلد سمجھ میں آتا ہے ماہر نفسیات کے مطابق جب ہم کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو ہمارا ذہن متواتر اس کا موازنہ کرتا رہتا ہے اس کے مطابق نقوش کھینچ لیتا ہے جو کہ مستقبل کے لیے ہمیں یاد رہ جاتے ہیں بنسبت اسکرین کے پڑھنے سے کتاب سے پڑھنے والے الفاظ کے نقشہ سازی نہایت واضح ہوتی ہے اس وجہ سے دنیا میں ٹیکنالوجی کی اس قدر ترقی کے باوجود لوگ اسکرین سے پڑھنے کے بجائے کتاب سے پڑھنے کو زیادہ ترجیح دلئے ہیں۔
* خلاصہ کلام * لائبریری طلبہ کی علمی فکری اور اخلاقی تربیت کا بنیادی ستون ہے جہاں علم کا سمندر اپنی وسعتوں کے ساتھ موجود ہوتا ہے وہاں طالب علم کو اپنی علمی تشنگی بجھانے اور فکری توڑنے کا موقع ملتا ہے تحقیق غور و فکر اور مطالعہ کی عادت سکھاتی ہے جدید دور میں اگرچہ موبائل انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل ذرائع نے مطالعے کے لیے دروازہ کھول دیے ہیں مگر براہ راست کتابوں سے حاصل ہونے والا علم اپنی گہرائی توجہ کے اعتبار سے بے مثال ہے لہٰذا ہر طالب علم کو چاہیے کہ لائبریری سے بے پناہ رشتہ مضبوط کر لے تاکہ علم کی روشنی اس کی زندگی کو منور کرے اور ایک باعمل باشعور اور کامیاب انسان بن سکے

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

خراجِ تحسین بحضور: حضرت مولانا عبد الودود صاحب حبیبی اشرفی علیہ الرحمہ

بموقع: فاتحۂ چہلم

اودھ کی قدیم راجدھانی فیض آباد کی مرکزی جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فنِ تعمیر کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ یعنی یہ مسجد فنِ تعمیر کا وہ اعلیٰ نمونہ اور عظیم شاہکار ہے جو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو اس قدر متاثر کرتا ہے کہ وہ خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس مسجد کو شاہانِ زمانہ نے نہیں، بلکہ الحمدللہ فیض آباد کے خوش عقیدہ مسلمانوں نے تعمیر کرایا ہے۔ مبارک ہو! کبھی آپ بھی تشریف لائیں اور دیکھیں؛ فنِ تعمیر کی دلکشی سے آپ کی بھی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، اور جب آپ جامع مسجد ٹاٹ شاہ میں نماز ادا کرنے کے لیے داخل ہوں گے تو آپ کے قلب و جگر کو وہ راحت افزا سکون میسر ہو گا جسے آپ شاید لفظوں میں بیان نہ کر سکیں۔

قلبِ شہر میں بنی ہوئی اس مسجد سے مؤذن صدائے توحید و رسالت بلند کرتے ہوئے نمازِ پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کے لیے جب اذان دیتا ہے تو شہر کے نمازی کشاں کشاں مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

مسجدیں سب کو بلاتی ہیں بھلائی کی طرف
آئیں نہ آئیں، پکارے تو سبھی جائیں گے

یہی وہ مرکزی جامع مسجد ٹاٹ شاہ ہے، جہاں منصبِ امامت کے لیے حضور مجاہدِ دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادِ عالیہ پر نائب مفتیِ اعظم، شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا۔ بعدِ انتخاب، حضور مجاہدِ دوراں علیہ الرحمہ نے دیگر اکابر علمائے کرام و مشائخِ اہلسنت اور مسجد انتظامیہ سے باہم

مشاورت کے بعد حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ کو اسی مرکزی جامع مسجد ٹاٹ شاہ کے منصبِ امامت پر فائز فرمادیا۔

حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ نے مذکورہ بزرگانِ اہلسنت کے حکم کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے مرکزی جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد کے منصبِ امامت کو سنبھال لیا۔ حضرت موصوف علیہ الرحمہ نے منصبِ امامت پر فائز ہونے کے بعد اسلام و سنیت اور محسنِ انسانیت، رحمتِ عالم ﷺ کی تعلیمات کی فیض آباد میں ایسی شمع جلائی کہ جس کی روشن اور منور کرنوں سے آج بھی اہلِ فیض آباد مستفیض ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ مستفیض ہوتے رہیں گے۔ بقولِ خاکسار، سابق امام ٹاٹ شاہ، فقیہ و پیر حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ کی نذر ہے کہ:

نعرہ رسولِ پاک کا جب جب لگائیں گے
ہم آپ کو ضرور وہاں یاد آئیں گے

کچھ آنکھوں دیکھے حال اور کچھ بزرگانِ اہلسنت کی روایات کے مطابق خاکسار، سابق امام ٹاٹ شاہ کے احوال کو قارئین کی نذر کر رہا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

احبابِ گرامی! جب خاکسار پہلی مرتبہ بطورِ خاص چرہ محمد پور سے جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد، نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے حاضر ہوا تو اس وقت منصبِ امامت پر جماعتِ اہلسنت کے معروف عالمِ دین، فاضلِ جلیل حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بہاری علیہ الرحمہ فائز تھے۔ بعدِ نماز امامِ موصوف سے خصوصی ملاقات کی اور ان سے دعائیں لے کر واپس تو ضرور ہوا، لیکن اسی وقت سے جامع مسجد ٹاٹ شاہ میں ضرور تاً آنا جانا لگا رہا، اور وہ سلسلہ الحمدللہ آج بھی جاری ہے، آئندہ بھی ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ اکابرینِ اہلسنت کی نگاہِ انتخاب کو سلام: حضرت مولانا عبد الودود صاحب حبیبی اشرفی رائے بریلوی جب مرکزی جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد کے منصبِ امامت کے فرائض انجام دینے کے لیے تشریف لائے تو وہ زمانہ ان کے عہدِ شباب کا تھا۔ ماشاء اللہ! بڑے ہی خوب رو نوجوان تھے، جن کی چمکتی دمکتی پیشانی سے ان کی نیک سیرتی کی صرف عکاسی ہی نہیں ہو رہی تھی، بلکہ ان کے چھپے ہوئے اوصاف بھی نمایاں ہو رہے تھے؛ جسے اہلِ فیض آباد نے آنے والے دنوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کے کارناموں سے ایسا متاثر ہوئے کہ جو ان سے دور تھے، وہ قریب ہوگئے، اور جو قریب تھے، وہ ان کے دل میں اتر گئے۔ حضرت موصوف علیہ الرحمہ میں بہت ساری خوبیاں تھیں۔ وہ ایک باصلاحیت فقیہ، باوقار عالمِ دین، اچھے مدرس اور لاجواب خطیب بھی تھے۔ انتظامی امور میں ایسی مہارت رکھتے تھے کہ نہ پوچھیے! یہی وجہ تھی کہ ان کے عہد میں ضلع کے تمام ائمۂ مساجد، نظمائے مدارس، اساتذۂ مدارس اور عوام و خواصِ اہلسنت سب ان پر اعتماد کرتے تھے۔ انہیں جب بھی کوئی اہم فیصلہ لینا ہوتا تو وہ بھی علمائے اہلسنت کو اعتماد میں لیے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ ان کے کیے ہوئے فیصلے کو اپنے اور پرائے سبھی محبت سے قبول کرتے۔ چاہے وہ کوئی قضائی معاملہ ہو یا رؤیتِ ہلال کا مسئلہ، ان کا فیصلہ حرفِ آخر ہوتا۔ انہی سب خوبیوں کی وجہ سے وہ دیگر ائمۂ مساجد کے درمیان ہمیشہ ممتاز نظر آتے تھے۔

حضرت مولانا عبد الودود صاحب حبیبی اشرفی علیہ الرحمہ کی خدمات کی ایک طویل داستان ہے، جسے صرف ایک مضمون میں قلم بند کر پانا کم از کم میرے لیے بہت مشکل ہے، چونکہ ان کے سنہرے کارنامے صرف فیض آباد ہی میں نہیں، بلکہ ملک کے طول و عرض اور بیرونِ ملک میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔

موصوف مختلف درسگاہوں سے علوم و فنون حاصل کرتے رہے اور آخرش جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور سے فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد از فراغت وہیں سے بحیثیتِ مدرس اپنی خدمات کا آغاز کیا، اور ان کی خدمات کا جو سلسلہ چلا تو الحمدللہ تادمِ حیات چلتا ہی رہا، جو آپ سبھی حضرات کے سامنے ہے۔ حضرت نے اپنی پوری زندگی اسلام و سنیت اور انسانیت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ جہاں جاتے، اپنے حصے کا کام کرتے اور سنہرے کارناموں کے ایسے گہرے نقوش ثبت کرتے جو بعد میں آنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہوتے۔

حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ جہاں ایک اچھے، لائق و فائق مدرس، باصلاحیت عالمِ دین، فقیہ اور خطیب تھے، وہیں وہ ایک بہترین سیاست داں بھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ صرف مذہبی حلقوں میں ہی مقبول و محبوب نہیں تھے، بلکہ سیاسی حلقوں میں بھی بہت ہی مقبول و محبوب تھے۔ اسی بنا پر ان کے عہد کے سیاسی عمائدین بھی ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ یہی حال حضرت کا اپنے معاصرین خطبائے اہلسنت کے درمیان بھی رہا کہ جس اسٹیج پر حضرت ہوتے تو بس آپ ہی آپ ہوتے۔ ماشاء اللہ! کیا ہی ان کی خطابت کا منفرد انداز تھا! ان کے اسلوبِ بیان سے سامعین ایسا متاثر ہوتے کہ نہ صرف ان کی تقریر سنتے، بلکہ برسوں اسے یاد بھی رکھتے۔

حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے عہدِ شباب کے سولہ برس علم و ادب کے شہر فیض آباد میں جو قیمتی لیل و نہار گزارے ہیں اور اس شہر غزل میں اسلام و سنیت کے حوالے سے کارناموں کے جو گہرے نقوش چھوڑے ہیں، وہ اگر آبِ زر سے لکھے جائیں تو بھی کم ہو گا۔

مرکزی جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد، اور یہاں کے ائمۂ کرام کی خدمات کے حوالے سے جب بھی مورخ لکھے گا تو اس میں حضرت مولانا عبد الودود صاحب حبیبی اشرفی رائے بریلوی کے سنہرے کارناموں کو جلی حروف میں ضرور لکھے گا، اور اگر نہیں لکھے گا تو مرکزی جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد، اور یہاں کے ائمۂ کرام کی خدمات کی تاریخ نامکمل تصور کی جائے گی۔

حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ کی سوانحِ حیات کے حوالے سے بخوبی واقفیت حاصل کرنے کے لیے ان کے مداح و معتقدین "سوانحِ حیاتِ شیخ الہند" کا ضرور مطالعہ کریں اور اہلِ عقیدت، حضرت اور حضرت کے مرشد و مجاز، سلطان الواعظین حضرت علامہ مولانا پیر سید کمیل اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے اپنے آپ کو بھی خوب خوب فیضیاب کریں۔ حضرت موصوف علیہ الرحمہ کے بعد دارالعلوم نورالحق، چرہ محمد پور، فیض آباد، ضلع ایودھیا کے شیخ الادب حضرت مولانا محمد کمال اختر صاحب قادری رضوی کے والدِ محترم حضرت مولانا قطب الدین صاحب حشمتی علیہ الرحمہ مرکزی جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد میں منصبِ امامت پر فائز ہوئے اور وہ بھی طویل عرصہ تک رہ کر اپنے تمام تر فرائض کو بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے۔

علالت کے باعث حضرت اپنے آبائی گاؤں چلے گئے اور اب وہیں آسودۂ خواب ہیں۔ اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ان کی کامل مغفرت فرمائے، ان کی تمام تر خدمات کو قبول فرما کر انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ علاوہ ازیں دیگر سابق ائمۂ کرام علیہم الرحمہ کی بھی بال بال مغفرت فرمائے اور ان حضرات کی بھی خدمات کو قبول فرما کر کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین!

احبابِ گرامی! مضمون کے آخر میں یہ خاکسار بھی اپنی خوش نصیبی کا ذکر کرتے ہوئے اظہارِ مسرت اس لیے کر رہا ہے کہ جب بھی حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ کے توسط سے حضور مجاہدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی فیض آباد آمد ہوتی تو اس خاکسار کو بھی حضور مجاہدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار کرنے اور دعائیں لینے کے اکثر مواقع میسر آتے رہے۔

اور اسی پر بس نہیں ہے، خاکسار کے لیے خوشی بالائے خوشی کی بات یہ بھی رہی کہ جب تجوید و قراءت کی تکمیل ہوئی تو حضور مجاہدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے اس خاکسار کے سر پر دستارِ قراءت بھی رکھی گئی۔ سبحان اللہ!

رفیقانِ گرامی! ہم سب کے لیے یہ دنیا دارالعمل ہے، لہٰذا ہم سب کو چاہیے کہ اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کے لیے ہمہ وقت اپنے اپنے حصے کا کام کرتے رہیں، چونکہ ایک دن وہ ضرور آئے گا کہ ہم سب کو یہ فانی دنیا چھوڑنی پڑے گی۔

حضرت مولانا عبد الودود صاحب علیہ الرحمہ کے لیے بھی وہ دن آیا کہ وہ بھی اس فانی دنیا کو چھوڑ کر ہمیشہ ہمیش کے لیے اپنے اہلِ خانہ، معتقدین اور مداحوں کو چھوڑ کر چلے گئے، اور اب وہ اپنے آبائی گاؤں بکسراوں میں قائم خانقاہِ اشرفیہ مخدوم ثانی کے احاطۂ نور میں آسودۂ خواب ہیں۔

حضرت تو نہیں رہے، لیکن وہ اپنے کارناموں کی بنیاد پر ہمیشہ زندہ رہیں گے، اور ان کے مداح ان کے کارناموں کو یاد کر کے محبت سے حضرت کا تذکرہ بھی کرتے رہیں گے، جو ان کی روح کے لیے تسکین کا باعث ہو گا۔

بارگاہِ عبد الودود علیہ الرحمہ میں خاکسار کی جانب سے بطورِ خراجِ تحسین یہ شعر نذر ہے:

اکیلا ہوں مگر آباد کر دیتا ہوں ویرانہ
بہت روئے گی میرے بعد میری شامِ تنہائی

آیئے! ہم سب مل کر حضرت مولانا عبد الودود صاحب حبیبی اشرفی علیہ الرحمہ کے لیے دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ان کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی تمام تر خدمات کو قبول و مقبول فرما کر انہیں ہر پل جنت الفردوس کی بہاریں نصیب فرمائے اور حضرت کے فرزندان کو ان کا سچا جانشین و وارث بنائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

محتاجِ دعا: قاری رئیس احمد خان
چرہ محمد پور، فیض آباد ضلع ایودھیا، یوپی، انڈیا

اردو ادب کا درخشاں ستارہ، شاعر و صحافی محترم مقصود بستوی

از-(قاری) اخلاق احمد نظامی
، مقام و پوسٹ گلرہا مہنداول ضلع سنت کبیر نگر

ضلع بستی کی سرزمین کو قدرت نے ایک عجیب زرخیزی عطا کی ہے۔ یہاں کی مٹی میں صرف اناج ہی نہیں اگتا، یہاں تہذیب اگتی ہے، غیرت اگتی ہے، ادب اگتا ہے، اور ایسے باکمال انسان اگتے ہیں جو خود اپنی مٹی کی پہچان بن جاتے ہیں۔ ایسی ہی زرخیز مٹی کے ایک خوشبودار اور روشن پھول کا نام ہے محترم مقصود بستوی صاحب ہے۔

آپ کا اصل نام مقصود احمد انصاری اور تخلص مقصود بستوی ہے۔ آپ کا آبائی وطن مجھوامیر، ضلع بستی ہے۔ یہ نام سنتے ہی ذہن میں محنت و مشقت اور خودداری کی ایک تصویر ابھرتی ہے۔

یہ ایک عام غلط فہمی ہے کہ محترم مقصود بستوی صاحب کسی بڑے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حقیقت اس کے برعکس اور اس سے کہیں زیادہ متاثر کن ہے۔ آپ کا گھرانہ روایتی معنوں میں علمی گھرانہ نہیں تھا، بلکہ آپ کے آباؤ اجداد پیشے سے کھیتی باڑی اور کسانیت سے وابستہ تھے۔ ہل اور زمین سے ان کا رشتہ تھا۔

مگر اسی سادہ اور محنت کش کسان گھرانے میں ایک ایسی ہستی موجود تھی جنہوں نے وقت کی رفتار کو بھانپ لیا، وہ آپ کے والدِ گرامی تھے۔ ان کی دور اندیشی، ان کی دعاؤں اور ان کی انتھک محنت نے اس بات کو ممکن بنایا کہ ان کا بیٹا ہل کی جگہ قلم تھامے۔ انہوں نے تمام تر وسائل کی کمی کے باوجود اپنے بیٹے کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا۔ محترم مقصود بستوی صاحب نے اپنے والد کی اس قربانی کو رائیگاں نہیں جانے دیا، اپنی ذاتی محنت، لگن، شب بیداری اور خلوص کی بدولت آج وہ مقام حاصل کیا کہ پورا ضلع بستی ان پر فخر کرتا ہے۔ یہ سفر وراثت کا نہیں، محنت اور خود سازی کا سفر ہے، اور اسی لیے نوجوان نسل کے لیے زیادہ قابلِ تقلید ہے۔

ان کی گھٹی میں اگرچہ کتابی ماحول نہیں گھولا گیا تھا، مگر مٹی کی سچائی، کسان کی خودداری اور محنت کی عظمت ضرور گھول کر پلائی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی گفتگو میں جو شائستگی، ان کے لہجے میں جو مٹھاس اور ان کی طبیعت میں جو ٹھہراؤ نظر آتا ہے، وہ آج کے بناوٹی اور افراتفری کے دور میں کمیاب ہے۔

محترم مقصود بستوی صاحب کی شخصیت میں بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ یہ کوئی بناوٹی خوبی نہیں، بلکہ ان کی خالص دیہی تربیت اور والدین کی تربیت کا حصہ ہے۔ جب وہ اپنے سے بڑے کسی استاد شاعر یا بزرگ صحافی سے ملتے ہیں تو یوں سر جھکا لیتے ہیں جیسے ایک ادنیٰ شاگرد اپنے استاد کے سامنے ادب سے کھڑا ہو۔ اور جب کوئی نو آموز طالب علم، کوئی نیا لکھنے والا ان کے پاس آتا ہے تو وہ اسے اس طرح گلے لگاتے ہیں جیسے بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کی حوصلہ افزائی کر رہا ہو۔ ہم جیسے عام لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے ہر وقت کوشاں رہنا ان کی فطرتِ ثانیہ ہے۔

محترم مقصود بستوی صاحب نے ادب کے دو اہم ترین میدانوں، یعنی شاعری اور صحافت، دونوں میں اپنے نام کو روشن کیا ہے۔

مشاعرے کی دنیا ایک ایسی دنیا ہے جہاں ہر لمحہ امتحان ہے۔ یہاں لفظوں کے جادوگر آتے ہیں اور سامعین کے دلوں پر راج کرتے ہیں۔ محترم مقصود بستوی صاحب نے اس دنیا میں محض قدم نہیں رکھا، بلکہ ایک نام پیدا کیا ہے۔ آپ کی شاعری میں بستی کی مٹی کی سوندھی خوشبو ہے، مجھوامیر کی شاموں کا حسن ہے، کھیتوں میں لہلہاتی فصلوں کا سچ ہے اور پوروانچل کی تہذیب کا رنگ ہے۔ آپ کی شاعری میں بناوٹ نہیں، سچائی ہے۔ آپ نے ہندوستان کے کونے کونے میں مشاعرے پڑھے ہیں۔ دہلی سے لے کر ممبئی تک، لکھنؤ، حیدرآباد، کانپور، الہ آباد اور ملک کے کئی بڑے ادبی اسٹیجوں نے آپ کی آواز کو سنا ہے اور ہر سامع نے آپ کو دل کھول کر داد دی ہے۔۔ صرف ملک ہی نہیں، بیرونِ ملک بھی جہاں جہاں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے، محترم مقصود بستوی صاحب نے اردو کی نمائندگی کی ہے۔ آپ کے کلام نے سرحدوں کے پار بھی دلوں کو جوڑا ہے۔

لیکن اس تمام شہرت و عزت کے پیچھے ایک بہت بڑا اصول کارفرما ہے۔ وہ اصول ہے حق گوئی اور بے باکی کا۔ مشاعرے کی دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شاعر حضرات وقتی داد کے لیے اپنے ضمیر کا سودا کر لیتے ہیں۔ مگر محترم مقصود بستوی صاحب ان میں سے نہیں ہیں۔ انہوں نے کبھی اپنے ایمان کا سودا نہیں کیا۔ انہوں نے ہمیشہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہا ہے۔ ان کا قلم کبھی بکا نہیں، ان کی زبان کبھی جھکی نہیں۔

یہی تو خاص ہے محترم مقصود بستوی صاحب میں کہ بکتا ہی نہیں یہ شخص بازارِ سخن میں
سودا کبھی ضمیر کا ہونے نہیں دیا
یہ راز ہے مقصود تری کامرانی کا

اگر شاعری ان کے دل کی آواز ہے تو صحافت ان کے شعور کی آواز ہے۔ محترم مقصود بستوی صاحب نے صحافت کے میدان میں بھی اپنی ایک الگ اور منفرد پہچان بنائی ہے۔ خاص طور پر ،،روزنامہ انکشاف جھانسی،، سمیت دیگر پلیٹ فارم سے آپ نے جو اردو ادب اور اردو صحافت کی خدمت کی ہے، وہ ایک سنہری باب ہے۔

روزنامہ انکشاف جھانسی صرف ایک اخبار نہیں، یہ اردو صحافت کی ایک تحریک ہے۔ اور اس تحریک میں محترم مقصود بستوی صاحب کا قلم ایک سپاہی کی طرح لڑا ہے۔ آپ نے اس پلیٹ فارم سے اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے انتھک محنت کی۔ بستی جیسے چھوٹے علاقے کی آواز کو جھانسی سے نکلنے والے اس موقر روزنامے کے ذریعے پورے ملک تک پہنچایا۔ آپ کی تحریروں میں سچائی ہوتی ہے، بے باکی ہوتی ہے اور مظلوموں کے لیے ہمدردی ہوتی ہے۔ آج کے دور میں جب صحافت کاروبار بن چکی ہے، محترم مقصود بستوی صاحب نے صحافت کو عبادت سمجھ کر کیا ہے۔ ان کی صحافت کسی دباؤ میں نہیں آتی، کسی لالچ میں نہیں بکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قارئین ان پر بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ کی رپورٹنگ میں زمینی حقائق ہوتے ہیں، جو ایک کسان کے بیٹے کی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے۔

روزنامہ انکشاف سے ہے تیری نسبت اے مقصود تو نے بخشی ہے اسے بھی اک نئی پہچان اے مقصود

محترم مقصود بستوی صاحب کی زندگی نوجوان نسل کے لیے ایک مکمل درسگاہ ہے۔ وہ اس بات کی زندہ مثال ہیں کہ انسان کا مستقبل اس کے خاندانی پس منظر سے نہیں، بلکہ اس کی اپنی نیت، اس کے والدین کی دعا اور اس کی اپنی محنت سے بنتا ہے۔ وہ ثابت کرتے ہیں کہ اگر نیت صاف ہو، ارادے نیک ہوں اور محنت میں سچائی ہو تو مجھوامیر جیسے چھوٹے سے گاؤں کے ایک کسان گھر سے نکل کر بھی انسان عالمی افق پر اپنا نام روشن کر سکتا ہے۔ آج ان کا شمار ملک کے نمائندہ شعراء میں ہوتا ہے۔

مگر اتنی بلندی پر پہنچ کر بھی محترم مقصود بستوی صاحب کے اندر ذرہ برابر تکبر نہیں آیا۔ وہ آج بھی اسی عاجزی و انکساری کے ساتھ ملتے ہیں۔ ان کی محفل میں بیٹھ کر ایسا لگتا ہی نہیں کہ ہم ایک معروف شاعر اور صحافی کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ لگتا ہے کہ ہم اپنے کسی بہت ہی قریبی اور مخلص دوست کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

عروج پا کے بھی جھکنا یہی ہے تیرا کمال
محترم مقصود بستوی صاحب تیرا یہی ہے جمال
مجھوامیر کی گلیوں سے جو اٹھا تھا اک چراغ
باپ کی محنت سے روشن ہے آج جہانِ ادب کا چراغ

آخر میں ہم بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ محترم مقصود بستوی صاحب کو صحت و سلامتی کے ساتھ دراز عمر عطا فرمائے، ان کے والدین کو اس بہترین تربیت کا اجرِ عظیم دے، ان کے قلم کو مزید قوت بخشے، ان کی زبان کو مزید تاثیر دے اور ان کا سایہ اردو ادب، اردو صحافت اور ہم سب پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔ بے شک محترم مقصود بستوی صاحب ضلع بستی کی آن ہیں، بان ہیں اور شان ہیں۔

پانچویں جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کی تیاریاں عروج پر، لکھنؤ میں عظیم الشان م اجتماع ۱۲ ستمبر کو

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
لکھنؤ (اخلاق احمد نظامی)

شہر لکھنؤ میں عشقِ رسول ﷺ کی خوشبو سے معمور پانچویں جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کی تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں۔ یہ عظیم الشان اجتماع ولیبڈ گارڈن، نزد فاطمی مسجد، خرم نگر، لکھنؤ میں منعقد ہو گا، جس میں شہر و بیرونِ شہر سے ممتاز علما، مشائخ، مفتیانِ کرام، دانشورانِ قوم اور معروف ثنا خواں حضرات شرکت کریں گے۔

اس بابرکت اور نورانی محفل کے کنوینر شہر کے معروف و ممتاز سرجن اور ڈائریکٹر میری لینڈ ہسپتال و ٹراما سینٹر ولیبڈ گارڈن چنہٹ تیراہا، لکھنؤ ڈاکٹر محمد خالد اور سماجی و ملی خدمات میں پیش پیش ڈاکٹر سارہ علوی صاحبہ ہیں۔

بلاشبہ ڈاکٹر محمد خالد اور ڈاکٹر سارہ علوی وہ خوش نصیب شخصیات ہیں جن کے دلوں میں عشقِ نبی ﷺ پھوٹ پھوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ہر سال نہایت اخلاص، محبت اور عقیدت کے ساتھ جشنِ میلاد کا انعقاد ان کے جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کی یہ کاوش قابلِ ستائش اور لائقِ تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محبت بھری خدمت کو قبول فرمائے۔

اس بابرکت محفل کی سرپرستی رئیس الاتقیا، پیرِ طریقت حضرت علامہ مولانا حافظ و قاری سید اویس مصطفیٰ واسطی قادری بلگرام شریف کریں گے، جبکہ صدارت کی ذمہ داری حضرت حافظ و قاری ذاکر علی قادری مدرسہ حنفیہ لکھنؤ نبھائیں گے۔

محفل میں موضوعاتی خطابات کا بھی خصوصی اہتمام ہے۔

دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی کے استاذ و مفتی حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی "صحابہ کرام اور محبتِ رسول ﷺ"، دارالعلوم وارثیہ لکھنؤ مفتی شیر محمد "انسانیت کی تکمیل صرف تعلیمِ نبوی ﷺ سے" اور پروفیسر محمد رضا "اسلام میں عورتوں کا مقام" کے عنوان پر پر مغز خطابات فرمائیں گے۔

محفل میں نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کا روح پرور اہتمام بھی ہو گا جس میں معروف ثنا خواں قاری اقبال ضیائی، قاری جنید اور قاری معظم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نذرانۂ عقیدت پیش کریں گے۔ اس بابرکت پروگرام کے نگراں حضرت حافظ و قاری شمس تبریز واسطی قادری نے عوام و خواص سے پر خلوص اپیل کی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ "یہ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی نورانی محفل ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر اپنے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کو مزید مضبوط کریں اور اس بابرکت محفل سے فیضیاب ہوں۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں آقائے دوجہاں ﷺ کے ذکر کی محفلیں نصیب ہو رہی ہیں۔" تمام عاشقانِ رسول سے گزارش ہے کہ وقت پر تشریف لا کر محفل کو کامیاب بنائیں۔